دینی تعلیم کا رسالہ
ادارہ فیضانِ حضرت گنگوہی رح
نمبر ۹
شائع کردہ
الجمعیۃ بک ڈپو، جمعیۃ علماء ہند، دہلی — ٦

دینی تعلیم کا رسالہ

نمبر ۹

اخلاق اور اسلامی تہذیب

چوتھے درجہ کی آخری سہ ماہی کا

حضرت مولانا سید محمد میاں صاحب

دینی نصاب

منظور کردہ

تعلیمی کمیٹی جمعیۃ علماء ہند

شائع کردہ

الجمعیۃ بک ڈپو۔ دہلی ۶

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم ط

الحمد للہ وکفٰی وسلام علٰی عبادہ الذین اصطفٰی

چوتھا باب ۔ اخلاق

اَلحُبُّ فِی اللّٰہِ وَالبُغضُ فِی اللّٰہِ [1]

محبّت

کتنی پیاری چیز ہے ۔ کتنا قیمتی موتی ہے ۔ جہاں یہ ہو وہاں چین ہی چین ہے ۔ آؤ ۔ سوچو ۔ اور طے کرو ۔ من کا یہ انمول موتی کس کو دیں ـــ اسے کہاں قربان کریں ۔

محبّت کس سے کرنی چاہیئے اپنے دلوں کو ٹٹولو ۔ تمھیں سب سے زیادہ محبّت کس سے ہے

تم یہی جواب دوگے ۔ ہمیں سب سے زیادہ محبّت اپنے ماں باپ سے ہے کیونکہ ہم اُن کی پیار بھری گود میں پرورش پاتے ہیں ۔ اطمینان کی زندگی

---

[1] اللہ کے لئے دوستی اور اللہ کے لئے دشمنی ۔

بسر کرتے ہیں۔ وہ ہمارے رہنے سہنے۔ کھانے پینے۔ اوڑھنے بچھانے اور پہننے کا انتظام کرتے ہیں۔ وہ ہماری اُمیدوں کا سہارا ہیں۔ ہم پریشان ہوتے ہیں تو اُن کی پناہ لیتے ہیں۔ وہ ہمارے لئے اپنا سب کچھ نچھاور کرتے ہیں۔ اُن کو سب سے زیادہ ہم سے محبت ہے ــ وہ ہمارے اوپر سب سے زیادہ مہربان ہیں۔ لہذا ہمیں بھی سب سے زیادہ اپنے ماں باپ پیارے ہیں۔

جڑ کی باتیں تمہارا جواب ٹھیک ہے۔ اس کا مطلب یہ ہے کہ تمہیں ماں باپ سے اس لئے محبت ہے کہ:-

(۱) وہ پرورش کرتے ہیں۔
(۲) وہ ضرورت کی چیزیں مہیا کرتے ہیں۔
(۳) وہ تمہاری اُمیدوں کا سہارا ہیں۔
(۴) وہ تمہاری پشت پناہ ہیں۔
(۵) وہ تمہارے لئے سب کچھ نچھاور کرتے ہیں۔
(۶) اُن کو تم سے محبت ہے۔
(۷) وہ تمہارے اوپر سب سے زیادہ مہربان ہیں۔

اب سوچو کہ تمہیں اپنے پیدا کرنے والے پروردگار سے کتنی محبت ہونی چاہیئے۔

پیدائش و پرورش اُس نے تمہیں پیدا کیا۔ تمہارے ماں باپ کو پیدا کیا۔ دیکھو جب تم پیدا ہوئے تمہیں کہیں

کی خبر نہ تھی۔ ہاتھ پیر تو کیا کام کرتے آنکھیں بھی پوری طرح نہیں کھلتی تھیں۔
اگر ماں کی ممتا اور اس کی پیار بھری گود نہ ہوتی تو زندگی محال تھی۔

اب سوچو۔ ماں کو ممتا۔ باپ کو محبت کس نے دی؟
وہ صرف اللہ ہی ہے جس نے ماں کے من میں ممتا اور باپ کے دل میں تمہاری تڑپ پیدا کی۔ پس تمہیں سب سے زیادہ محبت اللہ سے ہونی چاہیئے۔

دیکھو! جب تم پیدا ہوئے، اُس وقت اُٹھ بیٹھ نہیں سکتے تھے۔ اپنے آپ کروٹ بھی نہیں بدل سکتے تھے تو اللہ تعالیٰ نے اپنے فضل و کرم سے تمہاری ماں کی گود میں جہاں تمہارا منہ رہتا تھا وہیں دودھ پیدا کر دیا۔
وہ کون ہے جس نے ماں کے دل میں تڑپ پیدا کی کہ وہ تمہیں چھاتی سے لگائے اور تمہیں وہاں رکھے جہاں قدرت نے تمہاری غذا کے لئے دودھ پیدا کر دیا تھا۔

جب تم پیدا ہوئے اُس وقت تم کچھ نہیں جانتے تھے۔ مگر ایک بات تم سیکھ کر آئے تھے کہ کس طرح ماں کا دودھ پیا کرتے ہیں۔ اب تم بھول گئے۔ مگر اُس وقت بہت مشق تھی۔
بتاؤ وہ کون ہے جس نے تمہیں پیدائش کے ساتھ ساتھ دودھ پینا سکھایا۔ وہ صرف اللہ ہے، پس سب سے زیادہ محبت بھی تمہیں اللہ ہی سے ہونی چاہیئے۔

ضرورت کی چیزیں۔ بے شک تمہارے ماں باپ نے کھانے پینے

اور پڑھنے بچھانے کا انتظام کیا۔ لیکن ماں باپ میں یہ طاقت کہاں سے آئی جو یہ انتظام کر سکیں۔ یہ طاقت اللہ تعالیٰ ہی نے دی ہے۔

اور دیکھو! کھانے پینے سے بھی زیادہ جس چیز کی ضرورت ہے، وہ ہوا ہے۔ کیونکہ بغیر کھائے پئے کئی دن زندہ رہ سکتے ہو۔ لیکن ہوا کے بغیر ایک گھنٹہ بھی زندہ نہیں رہ سکتے۔

تمہیں اور تمہارے ماں باپ کے کاموں کے لئے اور سچ پوچھو تو دنیا کے سارے کارخانے کے لئے روشنی کی ضرورت ہے۔ یہ ہوا اور روشنی کس نے پیدا کی۔

دن بھر کی تھکان کے بعد اگر رات کو نیند نہ آئے تو دماغ خراب ہو جائے، تندرستی جاتی رہے اور اگلے روز کوئی کام کاج نہ ہو سکے۔

پس وہ کون ہے جس نے دن کو نور بخشا اور رات کو اندھیری دی تاکہ تم دن میں کام کرو اور رات کی سنسان اندھیری میں آرام کر کے اگلے روز کے لئے تازہ دم ہو جاؤ۔ اور اس طرح رنگ برنگ کی تبدیلیوں سے زندگی خوشگوار بناتے رہو۔

پس انصاف کرو۔ خدا سے بڑھ کر کون ہے جو تمہاری ضرورتیں پوری کرے۔ پھر سوچو۔ خدا سے بڑھ کر کون ہے جس سے تمہیں محبت ہو۔

۳۔ امیدوں کا سہارا

وہی تمہاری امیدیں بر لاتا ہے۔ وہی ماں باپ کو اولاد بخشتا ہے۔ وہی اولاد کو ہونہار اور لائق بناتا ہے۔ وہی بچوں کو جوانی عطا کرتا ہے۔ وہی ان ٹہنیوں کو درخت

بنا کر عالم میں پھیلاتا ہے۔

۴۔ پشتِ پناہ

جب سب طرف سے گھنگھور گھٹائیں اُٹھتی ہیں بجلی کی چمک سے آنکھیں چکا چوند ہونے لگتی ہیں، بادل کی گرج کانوں کے پردے پھاڑنے لگتی ہے۔ گھٹا ٹوپ اندھیری سے دل دھڑکنے لگتا ہے۔ تمہیں ڈر ہوتا ہے کہ یہ چمک دار بجلی تمہاری جھونپڑی پر گر جائے۔ اُس کی لہر ایک تمہاری جان لے لیگی۔ اس وقت کون ہے جس کی تم پناہ چاہتے ہو۔

سمندر کی موجیں جب جہاز کو پتّے کی طرح اچھل پتھل کرنے لگیں کنارہ دُور اور جہاز کا کپتان ہوش و حواس گم کر چکا ہو۔ اُس وقت کون ہے جس کو تم پشتِ پناہ سمجھ سکو۔ کون ہے جس سے نجات کی دُعا مانگو۔ اس وقت اللہ اور صرف اللہ اللہ ہی ہے جس کو پکارا جاتا ہے۔ وہی گرتے کو سنبھالتا ہے۔ وہی ڈوبتے کو تراتا ہے جَلَّ جَلَالُہٗ بس وہی ہے جو سب سے زیادہ من کا پیارا ہے۔

۵۔ تمہارے لئے سب کچھ نچھاور

زمین اور آسمان کی تمام چیزیں اللہ مہربان نے تمہارے حوالے کر دی ہیں۔ تم زمین پر مکان بناتے ہو۔ دھرتی کی چھاتی پر باغ لگاتے ہو۔ کھیت میں ایک دانہ ڈال کر ستّر دانے وصول کرتے ہو۔ جنگل کے جنگل کاٹ کر کڑی، تختے، شہتیر اور ایندھن اکٹھا کرتے ہو۔ زمین کا سینہ چاک کر کے اس کی رگوں سے پانی، تیل اور پٹرول نکالتے ہو۔ نہریں کھود کر زمین

کی آنتوں میں سے کوئلہ کھرچتے ہو۔ دریاؤں میں بندھ باندھ کر نہریں نکالتے ہو، بجلی بناتے ہو، زمین اور آسمان کے بیچ میں ہوائی جہاز اُڑاتے ہو، ہوائی لہروں کو قبضہ میں کر کے دنیا کے ایک کنارہ سے دوسرے کنارہ تک آواز پہونچاتے ہو۔

دیکھو قدرت نے اپنا سب کچھ تم پر کس طرح نچھاور کر دیا ہے۔

۶۔ محبت اور مہربانی

دیکھو ماں باپ کو تم سے جو کچھ محبت ہے وہ اس محبت کا بہت معمولی حصہ ہے جو اللہ تعالیٰ کو اپنی مخلوق سے ہے۔

تم ماں باپ کی شان میں معمولی سی گستاخی کرو۔ وہ خفا ہو جاتے ہیں اور اگر اُن کے بس میں ہو تو تمہیں سخت سزا دیتے ہیں۔ لیکن سوچو اللہ تعالیٰ کی شان میں رات دن کس طرح گستاخی کی جاتی ہے۔ کس طرح اُس کی نافرمانی کی جاتی ہے۔ وہ اس پر قادر ہے کہ دم بھر میں زمین اور آسمان کی کایا پلٹ دے۔ تمہاری بڑی سے بڑی طاقت اُس کے سامنے [illegible] ہے۔ لیکن وہ ان تمام گستاخیوں کے باوجود اپنی نعمتوں سے نوازتا ہے [illegible] دینے کے بجائے وہ تمہارے ناز اُٹھاتا ہے۔ کیونکہ وہ بہت بڑا مہربان ہے۔ اُس کی رحمت اُس کے قہر سے بہت بڑھی ہوئی ہے۔ اُس کی محبت کی کوئی انتہا نہیں ہے۔

ف ایک مرتبہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے ایک ساتھی ایک جھاڑی کے پاس سے گزر رہے تھے چڑیا کے بچوں کی چیں چیاہٹ اُن کے کانوں میں پہنچی [illegible] تو جھاڑی میں ایک گھونسلا (باقی صفحہ ۹ پر)

درحقیقت یہ اللہ تعالےٰ ہی کی محبت اور مہربانی ہے کہ اُس نے تمہارے گرد اگرد اُن کو اکٹھا کر دیا۔ جن سے تمہیں محبت ہے۔ جن سے تمہارا دل بہلتا ہے۔ بہن بھائیوں کو تمہارے ساتھ لگایا۔ کھیل کود کے لئے ہم عمر ہمجولی پیدا کئے۔ بڑے ہوئے تو میاں بیوی کو جوڑ ملایا، اور دل بہلانے کو چاند سے نیچے عطا کئے۔ زمین کو ہرے بھرے کھیتوں اور رنگ برنگ کی پھلواریوں سے سجایا جن کو دیکھ کر آنکھیں تازہ ہوتی ہیں اور دماغ کا بوجھ ہلکا ہو جاتا ہے اور جان میں جان آجاتی ہے۔

آسمان کے مخملی شامیانے کو چھوٹے بڑے تاروں کے قندیلوں

(بقیہ حاشیہ صٹ) تھا اُس میں چڑیا کے بچے چہچہا رہے تھے۔ آپ نے بچوں کو اُٹھا کر چادر کے پلے میں رکھ لیا اور چل دیئے۔ جھاڑی کے اوپر سے چڑیا نے دیکھا تو وہ اُن کے سر پر آکر منڈلانے لگی۔ صحابی نے چادر کا پلہ کھول دیا۔ چڑیا بچوں پر آپڑی۔ صحابی نے اس کو بھی پلہ میں چھپا لیا اور اسی طرح چڑیا معہ بچوں کو لئے ہوئے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوئے اور سارا ماجرا سنایا۔ پھر چادر کا پلہ کھول کر دکھایا۔ چڑیا بچوں کو پروں میں چھپائے بیٹھی تھی۔ صحابی نے اسی طرح بچوں اور چڑیا کو سب کے سامنے زمین پر رکھ دیا۔ چڑیا اب بھی نہیں اُڑی۔ سب کو تعجب ہوا کہ چڑیا کس طرح بچوں کی محبت میں بے خبر ہے کہ اپنی جان کی بھی پروا نہیں۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا تمہیں اس چڑیا کی محبت پر تعجب ہو رہا ہے۔ اُس ذات کی قسم جس نے مجھے سچائی کا پیغام دیکر بھیجا ہے اللہ اپنے بندوں پر اس سے کہیں زیادہ مہربان ہے۔ پھر آپ نے صحابی سے فرمایا کہ بچوں کو وہیں گھونسلے میں چھوڑ آؤ جہاں سے لائے تھے (ابوداؤد شریف بحوالہ مشکوٰۃ شریف باب الاستغفار والتوبہ)

دوسرے موقعہ پر آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا اللہ تعالےٰ کے رحم وکرم کا اندازہ اس سے لگایا جا سکتا ہے کہ جس قدر رحمت ومحبت انسانوں جنات اور حیوانات میں ہے جس کی بنا پر ایک وحشی درندہ بھی اپنے بچہ پر جان چھڑکتا ہے۔ غرض ساری مخلوقات میں جو کچھ محبت کا سلسلہ ہے وہ اللہ تعالےٰ کے رحم وکرم کے سو حصے کر کے ایک حصہ مخلوقات کو بخشا ہے اور ۹۹ حصے اپنے لئے مخصوص کر لئے ہیں۔ جن کا مظاہرہ قیامت کے دن ہوگا۔

اور فانوسوں سے آراستہ کیا جن کو ٹکٹکی باندھے دیکھتے رہتے ہو، اور جی نہیں بھرتا۔

جنگل بیابان سے تم کو وحشت تھی تو ساتھ ساتھ رہنے اور بستیاں بسانے کا طریقہ بتایا۔ تم نے قدرت کے خزانوں سے قسم قسم کے پتھر سیمنٹ، لوہا، لکڑی، تختے اور طرح طرح کی چیزیں حاصل کیں اور بڑے بڑے شہر آباد کر کے زمین کے بھیانک ویرانوں کو تماشہ بنالیا۔

یہ سب کچھ کیوں ہوا۔ اس لئے کہ اللہ بہت بڑا مہربان ہے، اُس کی محبت کی کوئی انتہا نہیں۔ آؤ ہم بھی اپنے مالک، اپنے پروردگار اور سب سے بڑے مہربان سے محبت کریں اور جتنی محبت کسی سے کر سکتے ہیں سب سے زیادہ محبت اُس سے کریں۔ وہ اُسی کا مستحق ہے اور مومن کی شان یہی ہے کہ اُس کو سب سے زیادہ اللہ تعالیٰ سے محبت ہو۔ اللہ تعالیٰ نے اپنے کلام پاک میں فرمایا ہے:۔

وَالَّذِیْنَ اٰمَنُوْٓا اَشَدُّ حُبًّا لِّلّٰهِ [1]

جو ایمان والے ہیں وہ اللہ کی محبت میں سب سے بڑھے ہوئے ہیں

---

[1] پوری آیت یہ ہے:۔ وَمِنَ النَّاسِ مَنْ یَّتَّخِذُ مِنْ دُوْنِ اللّٰهِ اَنْدَادًا یُّحِبُّوْنَهُمْ كَحُبِّ اللّٰهِ ؕ وَالَّذِیْنَ اٰمَنُوْٓا اَشَدُّ حُبًّا لِّلّٰهِ ؕ (سورۂ بقرہ ع ۲۰) ترجمہ یہ ہے: کچھ انسان ایسے ہیں جو اللہ کے سوا دوسری ہستیوں کو خدا کے ہم پلہ مانتے ہیں وہ اُن سے بھی ایسی ہی محبت کرتے ہیں، وہ اُن سے بھی ایسی ہی محبت کرتے ہیں جیسے اللہ سے محبت! اور چاہت ہونی چاہیئے حالانکہ جو لوگ اللہ پر ایمان رکھتے ہیں اُن کے دلوں میں سب سے زیادہ محبت اللہ ہی کی ہوتی ہے۔

محبّت کا تقاضا

اچھا اب ایک اور بات سمجھو۔ تم نے یہ کہا تھا کہ سب سے زیادہ محبت ماں باپ سے ہے۔ اب یہ بتاؤ اُس محبت کا تقاضا کیا ہے۔ یعنی تمہیں جو اپنے ماں باپ سے محبت ہے۔ اُس کا اثر تمہارے اوپر اور تمہارے کاموں پر کیا پڑنا چاہیئے۔

تم یہی جواب دوگے کہ اس کا تقاضا یہ ہے کہ ہمیں ماں باپ پیارے لگیں۔ جو اُن کے پیارے ہوں وہ ہمارے پیارے ہوں اور جو چیز اُن کو پسند ہے وہ ہمیں پسند ہو۔

مثلاً بہن بھائی ہمیں پیارے لگیں۔ کیونکہ ہمارے ماں باپ کے پیارے ہیں۔ ماں کی سہیلیوں اور باپ کے دوستوں سے ہمیں محبت ہو۔ کیونکہ ہمارے ماں باپ کو اُن سے محبت ہے۔

جو کپڑا، لباس، پوشاک، ماں باپ کو پسند ہو ہم اُس کی قدر کریں جو مکان۔ جائداد یا ترکہ ماں باپ کا ہو ہم اُس کی حفاظت کریں اور اس کو متبرک سمجھیں۔

جو باتیں جو عادتیں ماں باپ کو پسند ہوں اُن کو ہم اختیار کریں جن باتوں سے ماں باپ کو نفرت ہو جو لباس اور پوشاک اُن کو ناپسند ہو۔ جس زمین۔ جائداد کو وہ منحوس سمجھتے ہوں، جن لوگوں سے اُن کو دشمنی ہم اُن سب سے نفرت کریں۔

اس طرح ہماری محبت اور نفرت ماں باپ کی محبت اور نفرت کا عکس اور چربہ ہو۔ ایسی صورت میں کہا جائے گا کہ تم ماں باپ کے فرماں بردار اور سعادت مند اولاد ہو اور اگر تم نے اُن سے تعلق قائم کیا جو ماں باپ کے دشمن ہیں، وہ عادتیں اختیار کیں جن سے ماں باپ کو نفرت ہے تو ہزار محبت کا دعویٰ کرو مگر تم کو ماں باپ کا فرماں بردار نہیں کہا جائے گا۔ اور تمہارا دعویٰ جھوٹا مانا جائے گا۔

پس جب مومن کی شان یہ ہے کہ اس کو سب سے زیادہ اللہ سے محبت ہوتی ہے تو جو چیز اللہ کو پسند ہے اس سے محبت اور جس چیز سے اللہ کو نفرت ہے اُس سے ہمیں نفرت ہونی چاہیئے جو اللہ کا پیارا ہے وہ ہمارا پیارا اور جو اللہ کا دشمن ہو وہ ہمارا دشمن ہونا چاہیئے۔

ہمیں جس سے محبت ہو اس لئے ہو کہ اس کو اللہ پسند کرتا ہے۔ اور جس سے نفرت ہو اس لئے ہو کہ وہ اللہ کو ناپسند ہے۔

یعنی محبت اور دشمنی۔ پسند اور ناپسند میں اپنی من مانی نہ کریں۔ بلکہ اللہ تعالیٰ کی دوستی اور دشمنی ہماری محبت اور عداوت کی کسوٹی ہو۔ ہمیں اللہ تعالیٰ کے بعد سب سے زیادہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے اور اللہ تعالیٰ کے تمام نبیوں اور رسولوں سے محبت ہو۔ کیونکہ یہ اللہ تعالیٰ کے سب سے زیادہ محبوب اور پیارے ہیں۔

ہمیں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھیوں اور آپؐ کی آل اولاد سے محبت ہو۔ کیونکہ وہ اللہ کے پیارے کے پیارے ہیں۔

جن باتوں کا اللہ تعالیٰ نے حکم کیا ہے وہ ہمیں پیاری ہوں کیونکہ وہ اللہ تعالیٰ کو پیاری ہیں۔

جن باتوں سے اللہ تعالیٰ نے منع کیا ہے ہمیں اُن سے نفرت ہو کیونکہ اللہ تعالیٰ کو ناپسند ہیں۔

ہمیں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے کاموں سے محبت ہو کیونکہ وہ اللہ کے پیارے کے کام ہیں، جو اسی لئے ہوئے کہ اللہ کو پسند تھے۔

فرعون، ہامان، شدّاد اور شیطان سے ہمیں نفرت ہو، اُن کے کاموں سے ہمیں گھِن آئے کیونکہ اُن کو اللہ کی باتوں سے دشمنی تھی۔ اسی لئے یہ خدا کے دشمن تھے۔ اور اُن کے کام خدا کی دشمنی کے کام تھے۔

ہم ماں باپ۔ اُستاد اور بزرگوں کی خدمت کو اپنا سب سے بڑا کام سمجھیں اس لئے کہ اللہ تعالیٰ نے حکم فرمایا ہے کہ اُن کی خدمت کرو۔

اور اگر ماں باپ اُستاد یا بوڑھا آدمی، معاذ اللہ خدا کا منکر اور نافرمان ہو۔ تو وہ جیسے اللہ سے بیگانہ ہے، ہم بھی اُس سے بیگانہ رہیں۔ جہاں تک اُن کے احسان کا تعلق ہے ہم اُن کا احسان مانیں، اُن کی خدمت کریں، اُن کے ساتھ اچھا سلوک کریں۔ کیونکہ اللہ تعالیٰ کا یہی حکم ہے۔

اور جہاں تک اُن کے عقیدوں اور اُن کے خیالات کا تعلق ہے ہم اُن بیگانہ رہیں اور خوبصورتی سے یہ کوشش کرتے رہیں کہ وہ راہِ راست پر آجائیں کیونکہ اللہ تعالیٰ نے یہی ہدایت فرمائی ہے۔

ہمیں نماز، روزہ، اللہ کی یاد، سخاوت، سچائی اور مخلوق خدا کی

خدمت اچھی معلوم ہو۔ اُن سے ہمیں محبت ہو۔ کیونکہ یہ اللہ کی پیاری ہیں لہٰذا اُن سے بھی محبت ہو۔ اور جن میں یہ باتیں پائی جائیں اُن سے بھی محبت ہو۔

شرک، کفر، بے ہودہ باتیں، ناچ، رنگ، سینما، سوانگ، گالی گلوچ جھوٹ، غیبت، کینہ، کپٹ، چوری، بے ایمانی، رشوت، سود اور حرام کمائی سے نفرت ہو۔ ان باتوں سے ہمیں گھن آئے، کیونکہ یہ شیطانی کام ہیں۔ اللہ تعالیٰ کو ان سے نفرت ہے۔ لہٰذا ہمیں بھی ان سے نفرت ہو۔ اور جن میں یہ باتیں ہوں اُن سے بھی ہم الگ رہیں۔

یہی ہے اللہ سے محبت کا تقاضا اور اسی کو عربی میں اَلْحُبُّ فِی اللّٰہِ اور اَلْبُغْضُ فِی اللّٰہِ کہتے ہیں۔

یعنی اصل محبت اللہ سے ہو۔ پھر جس سے اللہ کو محبت ہو اُس سے ہمیں بھی محبت ہو۔ اور جس سے اللہ کو نفرت ہو اُس سے ہمیں بھی نفرت ہو۔ اور دیکھو یہی ہے حقیقی توحید۔ یعنی جیسے ہماری عبادت اور بندگی صرف ایک ذات "وَحدَہٗ لاشریک لہ"[1] کے لئے ہو۔ ایسے ہی ہماری محبت یا عداوت جس سے ہو وہ صرف اُسی وحدہٗ لا شریک لہٗ[2] کے لئے ہو، جیسے عبادت میں ہم من مانی نہ کریں۔ ایسے ہی دوستی اور دشمنی میں ہم اپنے من کی نہ مانیں بلکہ وہ مانیں جو ہمارے منوں کے مالک کو بھاوے اگر ہم نے اپنے مَن کی مانی اور خدا کی نہ مانی تو یہ من کی پُوجا ہوگی اور جو مَن

---

[1] وہ اکیلا جس کا کوئی ساجھی نہیں [2] ایک جس کا کوئی شریک نہیں۔

کی پُوجا کرتے وہ ظاہرداری کا مسلمان ہو سکتا ہے، سچا اور پکا مومن نہیں ہو سکتا۔

محبت کی جانچ

یہ جو تم صبح سویرے میٹھی نیند سے اُٹھ کر نماز پڑھنے آتے ہو اور وضو کر کے جماعت میں شریک ہوتے ہو اور یہ جو تڑاخے کی گرمیوں میں رمضان شریف کے روزے رکھ کر بھوک اور پیاس کی تکلیف جھیلتے ہو۔ اُن سے محبت کی جانچ ہوتی ہے۔ لیکن دیکھو صرف اُنھیں باتوں سے تم محبت کے امتحان میں کامیاب نہیں ہو سکتے۔ محبت کا اصل اُس وقت ہوتا ہے جب شادی بیاہ کا موقع ہو، یا خدانخواستہ کسی عزیز قریب کا انتقال ہو جائے اُس وقت خاندان یا برادری رسم و رواج کچھ ہو اور شریعت کا فیصلہ کچھ اور ہو۔ مثلاً کسی سے لڑائی جھگڑا ہو جائے۔ یا کاروبار، کھیت کیار۔ گھربار یا زمین اور جائداد کا کوئی قصہ پیش ہو۔ اُس وقت شریعت کا فیصلہ کچھ اور ہو اور تمہاری خواہش یا تمہارے نفع نقصان یا نام و نمود کا تقاضا کچھ اور ہو اُس وقت اگر تم برادری کے رسم و رواج۔ اپنے نفع یا اپنی آن بان اور نام و نمود کی پابندی کر کے شریعت کے حکم کو چھوڑتے ہو تو تم امتحان میں کامیاب نہیں

ــــــــــــ

[1] اَفَرَئَیْتَ من اتخذ الٰھہ ھواہ - سورہ جاثیہ رکوع ۲ - وقال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم. لا یومن احدکم حتی یکون ھواہ تبعا لما جئت بہ (صحاح)

بلکہ ناکام ہو

اصل کامیابی یہ ہے کہ برادری کا فیصلہ ہو یا تمہارے نفع نقصان آن بان اور نام و نمود کا سوال ہو ہر ایک معاملہ کو اللہ اور رسول کے بتائے ہوئے طریقوں پر پرکھو جو اُن کے مطابق ہو اُسے دل سے مانو اور جو مخالف ہو اُس کو چھوڑ دو۔ کسی قسم کا رنج و ملال دل میں نہ لاؤ اور یقین کرو کہ ہم ان باتوں کو چھوڑ کر امتحان میں کامیاب ہو رہے ہیں۔ پس جیسے امتحان میں کامیابی پر خوشی ہو۔ ایسے ہی ان باتوں کو چھوڑنے سے تمہیں اطمینان ہو۔

اللہ تعالٰی نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو خطاب کرتے ہوئے فرمایا ہے:-

قسم ہے تمہارے پروردگار کی یہ لوگ کبھی مسلمان نہیں ہوسکتے جب تک ایسا نہ کریں کہ اپنے تمام جھگڑوں قصوں میں آپ کو منصف بنائیں اور پھر (صرف اتنا ہی نہیں بلکہ اُن کے دلوں کی حالت بھی ایسی ہوجائے کہ) جو کچھ آپ فیصلہ کردیں اُس کے خلاف اپنے اندر کسی طرح کی کھٹک محسوس نہ کریں اور وہ جو کسی بات کو پوری پوری طرح مان لینا ہوتا ہے ٹھیک اُسی طرح مان لیں [1]

---

[1] فَلَا وَرَبِّكَ لَا يُؤْمِنُونَ حَتّٰى يُحَكِّمُوْكَ فِيْمَا شَجَرَ بَيْنَهُمْ ثُمَّ لَا يَجِدُوْا فِيْٓ اَنْفُسِهِمْ حَرَجًا مِّمَّا قَضَيْتَ وَيُسَلِّمُوْا تَسْلِيْمًا ۝ سورہ نساء رکوع ۹

ایمان کامل

اس سے بھی زیادہ جانچ کا موقع وہ ہوتا ہے جب کوئی کام نیکی کا کام معلوم ہوتا ہو اور تم یہ سمجھو کہ ہم یہ کام کرکے مذہب کی خدمت اور اللہ اور رسول کو خوش کر رہے ہیں۔ لیکن درحقیقت وہ اللہ رسول کا کام نہ ہو بلکہ اللہ رسول کی مرضی اور اُن کی منشاء کے مخالف ہو۔

اس وقت اگر تم اپنی بات پر ڈٹے رہو تو یہ خدا کی عبادت اور رسولِ خدا صلی اللہ علیہ وسلم کی اطاعت نہیں بلکہ اپنے نفس کی پوجا اور اپنے من کی تابعداری ہے۔ قرآن حکیم میں اس کو نفس پرستی اور رائے کی پوجا بتایا گیا ہے۔[1]

اصل ایمان یہ ہے کہ تمہارے من کی چاہ وہ ہو جو اللہ اور اُس کے رسول[2] کی مرضی ہے۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:۔

"مومن کامل وہ ہے جس کے دل کی چاہ وہی ہو جو اللہ اُس کے رسول کی تعلیم ہے۔"

---

[1] اَفَرَءَیْتَ مَنِ اتَّخَذَ اِلٰـهَهٗ هَوَاهُ - الآیۃ سورہ جاثیہ۔

[2] قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم لا یؤمن احدکم حتی یکون هواه تبعًا لما جئت بہ۔ (مشکوٰۃ شریف باب الاعتصام بالکتاب والسنۃ) ترجمہ:۔ کسی کا ایمان اس وقت تک کامل نہیں ہو سکتا جب تک کہ اُس کے دل کی چاہ اس تعلیم کے تابع نہ ہو جائے جو میں نے پیش کی ہے۔

(ضروری فائدہ) جب کوئی کام شروع کیا جائے اوّل اوّل وہ بھاری معلوم ہوتا ہے۔ پھر عادت پڑ جاتی ہے اس کے بعد اس کی طلب ہو جاتی ہے۔ مثلاً نماز اوّل اوّل (باقی صفحہ ۱۸ پر)

سوالات

یہ کیسے معلوم ہوا کہ اللہ تعالیٰ کو اپنے بندوں سے محبت ہے۔

مومن کو سب سے زیادہ محبت کس سے ہوتی ہے۔

اللہ سے محبت کا تقاضا کیا ہے۔

اَلحُبُّ فِی اللّٰہِ کا مطلب بتاؤ۔

حقیقی توحید کیا ہے؟

مومن کی محبت اور دشمنی کا معیار کیا ہونا چاہیئے؟

کس طرح معلوم ہو کہ تمہیں واقعی اللہ سے محبت ہے۔

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلّم سے عشق کی جانچ کب ہوتی ہے؟

تمہارے من کی چاہ کیا ہونی چاہیئے۔

محبت کی بنیادی باتیں کیا ہیں؟

بقیہ حاشیہ صفحہ ۱۷ بوجھ معلوم ہوتی ہے۔ بچوں کو ڈرا دھمکا کر نماز پڑھوائی جاتی ہے پھر اُس کی عادت پڑھ جاتی ہے۔ اس کے بعد یہ عادت اتنی بڑھ جاتی ہے کہ نماز کی طلب ہونے لگتی ہے۔ اگر دیر ہو جائے تو طبیعت ایسی ہی بے چین ہو جاتی ہے جیسے کھانا نہ ملا ہو بلکہ اُس سے بھی زیادہ۔ پس جب شریعت کے تمام کاموں کی طلب ایسی ہی ہو جائے، بُرے کاموں سے نفرت اور اچھے کاموں کی تڑپ پیدا ہو جائے اُس وقت کہا جائے گا کہ ایمان کامل ہوا۔ خدا ہم سب کو توفیق دے۔

ماں باپ سے محبّت

پھُول جب کھلتا ہے پہلے اپنے چمن کو مہکاتا ہے۔ جب پورا باغ مہک چکتا ہے تو اس کی مہک دوسروں کو مہکاتی ہے۔

تو دیکھو تم محبّت کے پھُول بن جاؤ۔ خود مہکو۔ دوسروں کو مہکاؤ۔ تمہارا چمن تمہارا کنبہ ہے۔ تمہارا پاس پڑوس تمہارا باغ ہے۔ پس اپنی محبّت کے پھُولوں سے پہلے گھر والوں کو مہکاؤ۔ پھر رشتہ داروں اور پڑوسیوں کو مہکاؤ۔ یہی اسلام کی تعلیم ہے۔

گھر والوں میں سب سے مقدّم ماں باپ ہیں پھر اولاد۔ پھر میاں بیوی۔ ماں باپ کا سایہ اللہ کا انعام ہے۔ محبّت بھری نگاہوں سے اُن کو دیکھنا بہت بڑا ثواب[1] ہے۔ اُن کی خدمت بسا اوقات جہاد سے بھی افضل ہوتی[2] ہے۔ جنّت اُن کے قدموں میں سمجھو[3]۔ اُن کی خوشی میں اللہ کی خوشی اور اُن کی ناراضی میں خدا کی ناراضی جانو[4]۔

---

[1] آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد ہے کہ فرماں بردار لڑکا اگر ماں باپ کو محبّت بھری نگاہ سے دیکھتا ہے تو اُس کو حج کی برابر ثواب ملتا ہے۔ شعب الایمان بیہقی بحوالہ مشکوٰۃ شریف۔

[2] جب جہاد فرض عین نہ ہو۔ چنانچہ ایک صحابی آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوئے اور عرض کیا کہ میں جہاد کے لئے جانا چاہتا ہوں اور میری ماں بھی زندہ ہیں۔ فرمایا تمہارا جہاد یہی ہے کہ اُن کی خدمت کرو۔ جاؤ اور اُن کی خدمت کا فرض انجام دو۔ مسلم شریف وغیرہ

[3] الجنۃ عند قدمیھا [4] ترمذی شریف وغیرہ

آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:۔
اس سے زیادہ بڑھ کر بدنصیب کون ہو سکتا ہے کہ ماں باپ کا سایہ اُسے نصیب ہو اور وہ اُن کی خدمت کر کے جنت حاصل نہ کر سکے[1]۔

تم اولاد کو مقدم سمجھتے ہو۔ لیکن مقدم ماں باپ ہیں۔ اولاد پر تم احسان کر رہے ہو۔ ماں باپ تم پر بہت پہلے احسان کر چکے ہیں۔ اُن کا حق بہت پہلے واجب ہو چکا ہے۔ وہی مقدم ہے[2]۔

تم ماں باپ کی دولت ہو۔ تمہاری دولت بھی ماں باپ کی دولت ہے۔ جو کچھ تمہارے پاس ہے، اُس کو ماں باپ کا سمجھو[3]۔

کبھی اُن کی شان میں گستاخی نہ کرو۔ کسی بات کا جواب دینا پڑے تو آہستہ سے نرمی کے ساتھ جواب دو۔ سخت بات مت کہو۔ کرخت اور روکھا انداز اختیار نہ کرو۔ اللہ تعالیٰ کا یہی حکم ہے[4]۔

ماں باپ کی وفات کے بعد اُن کی بخشش کے لئے دعا کرو۔ قرآن شریف پڑھ کر یا اچھے کام کر کے دُعا کرو کہ اللہ تعالیٰ میرا یہ کام قبول فرما اور اس کا ثواب میرے ماں باپ کو پہنچا۔ اُن کے ذمہ جو قرض ہو اُس کو ادا کرو کسی سے اُن کا کوئی وعدہ ہو اُسے پورا کرو۔ جن رشتہ داروں کی وہ خدمت کیا کرتے تھے اُن کی خدمت اپنا فرض سمجھو۔ اُن کے رشتے والوں اور جان پہچان کے آدمیوں کا ادب کرو۔ حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ کے صاحبزادے

---

[1] مسلم شریف۔ [2] احیاء العلوم [3] قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم۔ انت و مالک لابیک۔ [4] لا تقل لھما اُفٍّ الآیۃ۔

حضرت عبداللہ حج کو جارہے تھے۔ راستہ میں ایک دیہاتی ملا۔ آپ نے اُس کا نام اور پتہ دریافت کیا۔ جیسے ہی آپ نے اس کو پہچانا آپ گھوڑے سے اُتر گئے۔ اُس دیہاتی کو گھوڑے پر سوار کیا۔ اپنا عمامہ اُس کے سر پر رکھ دیا۔ لوگوں کو تعجب ہوا۔ آپ کے ایک ساتھی نے یہ بھی کہہ دیا کہ گرمی کا وقت ہے، پہاڑی راستہ ہے، لُو چل رہی ہے آپ پیدل چلنے کے عادی نہیں۔ یہ دیہاتی بے تکان پیدل چلتے رہتے ہیں آپ گھوڑے سے کیوں اُتر گئے اور گرمی کے آپ نے اس لُو میں سر کا عمامہ بھی اُس کو دیدیا۔ یہ ٹھیک نہیں۔

حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما نے فرمایا۔ اس دیہاتی کے باپ میرے والد صاحب کے دوست تھے اس لئے اس کی خاطر کرنا ضروری تھا۔ کیونکہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد ہے کہ سب سے بڑی نیکی یہ ہے کہ اپنے والد کے ملنے والوں کے ساتھ اچھا سلوک کرو۔ اس لیے مجھے اچھا معلوم نہیں ہوا کہ وہ پیدل چلیں۔ میں سوار رہوں۔ اُن کا سر ننگا ہو، اور میں سر پر عمامہ[1] باندھے رہوں[2]۔

دیکھو! یہ ہے اللہ پاک کے بندوں کی شان کہ باپ کے دوست کے لڑکے کی بھی اتنی خاطر کرتے ہیں۔

مختصر یہ کہ اللہ اور رسول کے بعد سب سے زیادہ حق ماں باپ کا ہے[3]

---

[1] سر پر عمامہ بھی تعظیم کی چیز ہے۔ بڑے لوگ عمامہ باندھا کرتے ہیں۔ [2] مسلم شریف ص ۳۱۴ ج ۲
[3] قرآن شریف میں اللہ تعالیٰ نے اپنے ساتھ ماں باپ کے شکر ادا کرنے کا بھی حکم فرمایا۔ دیکھو سورۂ لقمان رکوع ۲۔

قرآن شریف میں ہے کہ
اللہ تعالیٰ نے فیصلہ کردیا ہے کہ اللہ کے سوا کسی کی عبادت نہ کرو۔
اور ماں باپ کے ساتھ اچھا سلوک کرو۔

غور کرو۔ اللہ تعالیٰ کی عبادت اور توحید[1] کے بعد ماں باپ کے ساتھ احسان کا ذکر کتنی تاکید سے کیا گیا ہے۔ یعنی جس طرح اللہ کی عبادت اور توحید فرض ہے۔ ایسے ہی ماں باپ کے ساتھ اچھا سلوک بھی فرض کیا گیا ہے۔ دوسرے موقع پر اپنے شکر کے ساتھ ساتھ ماں باپ کا شکر ادا کرنے کا حکم فرمایا۔[2]

اگر ماں باپ مسلمان نہ ہوں تب بھی جو احسان وہ کر چکے ہیں اس کا حق ادا کرنا تم پر لازم ہے۔ دین کے معاملہ میں تو بے شک اللہ کا حق مقدم ہے۔ اس لئے یہ تو نہیں ہو سکتا کہ ماں باپ کے کہنے سے دین کی بات چھوڑ دو اور کوئی ناجائز کام کرنے لگو۔ البتہ دنیا کے کاموں میں اُن کے ساتھ وہی برتاؤ کرو جو ماں باپ کے ساتھ کیا جاتا ہے۔[3]

دوسرے بزرگوں کی عزت اپنے ماں باپ اور بزرگوں کی عزت کے لئے یہ ضروری ہے کہ دوسروں کے بزرگوں کی عزت کرو اور کم از کم ایسی بات تو ہرگز نہ کرو جس سے دوسروں کو تمہارے

---

[1] توحید یعنی اللہ کو ایک ماننا [2] ... [3] اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے وَاِنْ جَاهَدَاكَ عَلٰى اَنْ تُشْرِكَ بِيْ الآیۃ یعنی اگر وہ تم پر اصرار کریں اور تم سے لڑیں کہ تم خدا کا کسی کو شریک ٹھہراؤ تو اس میں تم ان کی بات نہ مانو۔ [2] اَنِ اشْكُرْ لِيْ وَلِوَالِدَيْكَ (سورۂ لقمان)

بزرگوں کی توہین کا موقع ملے۔[1] آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا بہت بڑا گناہ یہ ہے کہ انسان اپنے ماں باپ پر لعنت بھیجے۔ اُن کو گالیاں دے صحابہؓ نے عرض کیا یا رسول اللہ ایسا بدبخت کون ہوگا جو اپنے ماں باپ پر لعنت بھیجے۔ فرمایا خود گالی نہ دے بلکہ کسی کے ماں باپ کو گالی دیدے جس کے جواب میں وہ اُس کے ماں باپ کو گالی دے تو گویا خود اُس نے ہی اپنے ماں باپ کو گالی دی[1]

بڑا بھائی آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا۔ بڑے بھائی کا چھوٹے پر وہی حق ہے جو باپ کا بیٹے پر[2]

اولاد ماں باپ کے اولاد کا مرتبہ ہے۔ اولاد سے محبت تو ہر ایک کو ہوتی ہے۔ لیکن اگر اس نیت سے محبت کی جائے کہ اللہ تعالیٰ کا حکم ہے۔ اُس کی تعمیل کر رہا ہوں تو محبت پر ثواب بھی ملے گا۔ جو کچھ تم خرچ کروگے اُس پر ثواب ملے گا اور جب یہ نیت ہوگی تو پڑھانے لکھانے سکھانے اور سدھانے میں بھی اللہ کے حکم کی تعمیل کی جائے گی[3]۔ کیونکہ اللہ تعالیٰ نے جس طرح اولاد کی پرورش فرض کی ہے ایسے ہی یہ بھی فرض کیا ہے کہ اُن کو اچھی

---

[1] بخاری شریف [2] بیہقی بحوالہ مشکوٰۃ شریف۔ اس کا دوسرا پہلو یہ ہے کہ چھوٹے بھائی کا بڑے بھائی پر وہ حق ہے جو اولاد کا باپ پر۔ واللہ اعلم [3] قال اللہ تعالیٰ۔ یا ایھا الذین اٰمنوا قوا انفسکم و اھلیکم نارا (الآیۃ) وقال اللہ تعالیٰ۔ وأمر اھلک بالصلوٰۃ واصطبر علیھا۔ (الآیۃ)

باتیں بتائی جائیں[1]۔ اچھی تعلیم دی جائے اچھے کام سکھائے جائیں شریعت[2] کا پابند بنایا جائے اور اچھے کاموں کی عادت ڈلوائی جائے۔ اسلام کی محبت اور اچھے کاموں کے لئے سب کچھ قربان کردینے کا جذبہ پیدا کیا جائے اگر ماں باپ نے اس میں کوتاہی کی تو خدا کے یہاں جواب دینا ہوگا۔ اگر بچوں کو نیک اور پابند شریعت بنا دیا گیا تو اُن کی دُعائیں مرنے کے بعد بہت کام دیں گی۔ اُن کی نیکیوں کا ثواب جیسا اُن کو ملیگا ماں باپ کو بھی ملتا رہیگا

لڑکیاں لڑکیوں کی پرورش اور اُن کی تہذیب و تربیت کی خاص طور پر تاکید کی گئی ہے اور اُس کا بہت ثواب فرمایا گیا ہے[3] آنحضرت صلّی اللہ علیہ وسلّم کا ارشاد ہے کہ لڑکیوں کی پرورش دوزخ کی آگ کے لئے پردہ بن جائے گی۔ جو دو لڑکیوں کی اچھی طرح پرورش کرلے گا وہ قیامت

---

[1] آنحضرت صلّی اللہ علیہ وسلّم نے فرمایا جب بچہ پیدا ہو تو اُس کا نام اچھا رکھو۔ یعنی اللہ کے نام پر مثلاً عبداللہ، عبدالرحمٰن وغیرہ یا نبی کے نام پر۔ ایسا نام نہ رکھو جس سے کراہیت ہو۔ پھر اُس کی تہذیب و تربیت اچھی طرح کرو اور جب بالغ ہو جائے تو جلدی نکاح کردو۔ اگر نکاح کرنے میں دیر کی اور اس وجہ سے وہ بدکاری میں مبتلا ہوگیا تو اس کی ذمہ داری باپ پر بھی ہوگی (شعب الایمان للبیہقی بحوالہ مشکوٰۃ شریف باب الولی) نیز یہ حکم ہے کہ جب سات دن کا ہو جائے تو عقیقہ کرو (بشرطیکہ قرض لینا نہ پڑے) کیونکہ قرض لیکر عقیقہ کرنا جائز نہیں ہے۔ [2] آنحضرت صلّی اللہ علیہ وسلّم نے فرمایا جب بچہ سات سال کا ہو جائے تو اس کو نماز پڑھنے کو کہو۔ اگر دس سال کا ہو جائے اور نماز نہ پڑھے تو اُدکر نماز پڑھواؤ اور جب دس سال کا ہو جائے تو اُس کا بستر الگ کردو (ابوداؤد شریف وغیرہ) [3] قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم الا کلکم راع وکلکم مسئول عن رعیتہ۔ الحدیث متفق علیہ ۵۴ بخاری شریف

میں میرے ساتھ ہوگا۔[1]

یتیم بچے

آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا۔ جو شخص یتیم بچوں کی پرورش کر رہا ہے گویا وہ دن رات اللہ کی عبادت میں لگا ہوا ہے۔[2]

میاں بیوی

اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے۔ کہ اپنی عورتوں کے ساتھ اچھی زندگی گذارو۔ اگر وہ تمہیں ناپسند ہوں تو ضبط سے کام لو۔ عجب نہیں ایک بات تمہیں ناپسند ہو اور اللہ تعالیٰ نے اسی میں تمہارے لئے بہتری رکھ دی ہو۔[3]

(۲) آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ یہ درست نہیں کہ شوہر اپنی سے (خواہ مخواہ) بغض رکھے۔ کیونکہ بیوی کی اگر ایک عادت ناگوار ہوگی تو دوسری عادت پسندیدہ بھی ہوگی۔[4]

(۳) دوسری حدیث میں ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ مومن کامل وہ ہے جس کے اخلاق اچھے ہوں اور اپنے گھر والوں کے لئے نرم اور مہربان ہو۔[5]

(۵) آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم فرمایا کرتے تھے۔ تم میں سب سے اچھا وہ ہے جو اپنے گھر والوں سے اچھا ہو اور میں تو اپنے گھر والوں کے حق میں بہت اچھا ہوں۔[6]

---

[1] مسلم شریف [2] متفق علیہ بحوالہ مشکوٰۃ شریف [3] سورہ نسا، رکوع ۳ [4] مسلم شریف [5] ترمذی شریف بحوالہ مشکوٰۃ شریف [6] ترمذی شریف وغیرہ

(۵) مردوں کو یہ ہدایت ہوئی اور عورتوں کو حکم ہوا کہ وہ اپنے شوہروں کو خوش رکھنے کی پوری کوشش کرتی رہیں۔ یہاں تک کہ ارشاد ہوا۔ مرنے کے وقت جس کا شوہر اُس سے راضی ہو۔ وہ جنتی ہے۔ لیکن اگر شریعت کے خلاف کوئی فرمائش ہو تو اُس کی تعمیل نہ کریں۔

صلۂ رحم

یہ دو لفظ ہیں۔ صلہ اور رحم۔

صلہ کے معنیٰ جوڑنا۔ اور رحم قربت اور رشتہ کو کہتے ہیں۔

رشتہ داروں سے جوڑے رکھنا۔ یعنی اُن سے اچھا سلوک کرنا۔ صلۂ رحم ہے اور رشتہ داروں سے توڑنے کو "قطع رحم" کہتے ہیں۔ اور اس شخص کو جو رشتہ داروں سے توڑے۔ یعنی اُن کے ساتھ بُرا سلوک کرے "قاطع رحم" کہتے ہیں۔

اسلام میں رشتہ داروں سے جوڑے رکھنے کی بہت تاکید کی گئی ہے۔ یہاں تک کہ حکم ہوا ہے کہ اپنے خاندان کا شجرۂ نسب یاد رکھو[۱] تاکہ اپنے رشتہ داروں کے ساتھ اچھا سلوک کر سکو۔ کیونکہ اس سے محبت بڑھتی ہے۔ دولت میں ترقی اور عمر میں برکت ہوتی ہے۔

حدیث شریف میں ہے کہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہے:۔

رحم کو میں نے اپنے نام رحمٰن سے بنایا ہے۔ پس جو شخص رحم

---

[۱] ترمذی شریف وغیرہ [۲] ترمذی شریف ابواب البر والصلۃ۔

(یعنی رشتہ) کو جوڑے گا میں اس کو جوڑوں گا اور جو رشتہ کو توڑے گا میں اس کو توڑ دوں گا۔[۱]

رشتہ داروں سے توڑنے کی بہت سخت ممانعت کی گئی ہے یہاں تک کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا۔ رشتہ داروں سے توڑنے والا جنت میں نہیں جائے گا۔[۲]

جن لوگوں میں ایسے شخص ہوں جو رشتہ داروں سے بُرا سلوک کرتے ہیں اُن پر اللہ تعالیٰ کی رحمت نازل نہیں ہوگی۔[۳]

صلۂ رحم یعنی اچھے سلوک کا مطلب

ہمارے آقا و مولا رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا۔

اُس شخص کو اچھا سلوک کرنے والا نہیں کہا جائے گا جو بدلہ دے۔[۴] بلکہ اچھا سلوک کرنے والا وہ ہے جو توڑنے والے سے جوڑے اور بُرے سلوک کے بدلہ میں اچھا سلوک کرے۔[۵]

اگر رشتہ دار کافر و مشرک ہو، تب بھی مسلمان کا کام یہی ہے کہ اُس کے ساتھ اچھا سلوک کرے۔ ایک مرتبہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ کو بہت بڑھیا جوڑا دیا۔ حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ نے

۱ه بخاری شریف وغیرہ متفق علیہ۔ ۲ه بخاری شریف ومسلم شریف وغیرہ ۳ه شعب الایمان بیہقی بحوالہ مشکوٰۃ شریف ۴ه یعنی صرف ان رشتہ داروں سے جوڑے رکھے اور ان کے ساتھ اچھا سلوک کرے جو اُس کے ساتھ اچھا سلوک کریں۔ اور جو اُس سے بے رخی برتیں اُن سے [illegible] قطع تعلق کرلے۔ ۵ه بخاری شریف وغیرہ۔

وہ اپنے بھائی کے پاس بھیج دیا جو اُس وقت تک مسلمان نہیں ہوئے تھے۔

حُسنِ سلوک کی صُورتیں

اچھے سلوک کی چند صورتیں یہ ہیں:۔

(۱) رشتہ داروں کی خوشی اور غمی میں شریک رہو کام کاج میں ہاتھ بٹاؤ۔

(۲) روپیہ سے امداد کرو۔ اگر وہ قرض مانگیں تو حیلہ بہانہ ہرگز نہ کرو۔ جہاں تک ممکن ہو قرض دیکر اُن کی امداد کرو۔

(۳) اچھا سلوک کر کے احسان نہ جتاؤ۔

(۴) بڑوں کی تعظیم۔ چھوٹوں پر مہربانی۔ برابر والوں سے دوستی اور محبت کا برتاؤ رکھو۔

(۵) رشتہ داروں کی عزت اپنی عزت اور اُن کی ذلت کو اپنی ذلت سمجھو۔

حُسنِ سلوک کی برکتیں

رشتہ داروں کے ساتھ اچھے سلوک کی برکتیں یہ ہیں:۔

(۱) اللہ تعالیٰ خوش ہوتا ہے۔

لہ بخاری شریف۔ یہ جوڑا ریشمی تھا۔ جب آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے یہ جوڑا عنایت فرمایا تو حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے عرض کیا یا رسول اللہ آپ نے ریشمی کپڑوں کے پہننے سے مردوں کو منع فرمایا ہے اور یہ ارشاد فرمایا ہے کہ ریشمی کپڑے وہ پہنتا ہے جس کا آخرت میں کوئی حصہ نہیں ہوتا پھر آپ یہ ریشمی جوڑا مجھے کیوں دے رہے ہیں۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا تمہارے پہننے کو نہیں دے رہا۔ تم اس کو فروخت کر کے دام کرلو۔ یا کسی کو دیدو۔ تب حضرت عمر رضی اللہ نے یہ جوڑا اپنے ماں شریک بھائی جن کا نام عثمان بن حکم تھا بطور ہدیہ بھیجدیا۔ (بخاری شریف)

(۲) یہ شخص جنّت کا مستحق ہوتا ہے۔
(۳) آپس میں محبت بڑھتی ہے۔ زندگی خوشگوار ہوتی ہے۔
(۴) عمر میں برکت ہوتی ہے۔
(۵) رزق میں برکت ہوتی ہے۔
(۶) مصیبتیں اور آفتیں ٹلتی ہیں۔
(۷) لوگوں میں عزّت بڑھتی ہے۔

بدسلوکی کا وبال رشتہ داروں سے توڑنے والے اور بُرا سلوک کرنے والے سے (۱) اللہ ناراض ہوتا ہے۔
(۲) ایسا شخص جنّت سے محروم ہوتا ہے۔
(۳) اس کی کمائی میں برکت نہیں ہوتی۔
(۴) اُس کی زندگی بے مزہ ہو جاتی ہے۔ عمر میں برکت نہیں ہوتی۔
(۵) لوگوں کے دلوں میں اُس کی عزّت نہیں رہتی۔ وہ نظروں سے گر جاتا ہے۔
(۷) لوگوں کو اس سے ہمدردی نہیں رہتی۔

لہ قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم۔ صلة الرحم محبة فی الاهل مثراة فی المال منساة للاثر (ترمذی شریف)

سوالات

(۱) ماں باپ کا حق اولاد سے کیوں مقدم ہے؟

(۲) ماں باپ کی وفات کے بعد اولاد کو کیا کرنا چاہیئے؟

(۳) اگر ماں باپ مسلمان نہ ہوں تو اُن کے ساتھ کیسا سلوک کرنا چاہیئے؟

(۴) حضرت عبد اللہ ابن عمر رضی اللہ عنہما کا کوئی واقعہ جو تم نے ان سبقوں میں پڑھا ہو، اس کو بیان کرو۔

(۵) اولاد کی پرورش اور اس کی محبت کس نیت سے ہونی چاہیئے؟

(۶) لڑکیوں اور یتیم بچوں کی پرورش کے متعلق آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے کیا ارشادات ہیں؟

میاں بیوی کے ساتھ کس طرح رہنا چاہیئے۔ سب سے اچھا مسلمان کون ہے؟

صلۂ رحم، سلوک، حُسنِ سلوک، قطع رحم اور قاطع رحم کے معنیٰ بیان کرو۔

آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے حُسنِ سلوک کی کیا تفسیر فرمائی؟

بڑے بھائی کا چھوٹے بھائی پر کیا حق ہے؟ اور بڑے کا چھوٹے پر کیا؟

حُسنِ سلوک کی کیا صورتیں ہیں؟

بدسلوکی کے وبال کیا ہیں؟

رحم اور رحمٰن میں کیا تعلق ہے؟
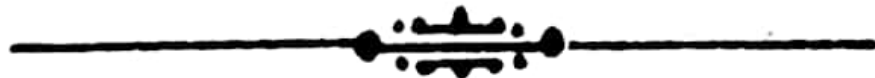
پڑوسی

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا:

خدا کی قسم مومن نہیں، خدا کی قسم مومن نہیں، خدا کی قسم مومن نہیں۔

دریافت کیا گیا یا رسول اللہ کون؟

ارشاد ہوا "جس کا پڑوسی اس کی شرارتوں سے محفوظ نہ رہے"[1]

حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

وہ شخص مومن کہلانے کے قابل نہیں جو اپنا پیٹ بھر لے اور اس کا پڑوسی بھوکا رہے۔[2]

پڑوسی تین طرح کے ہوتے ہیں:[3]

ایک وہ جس کا ایک حق ہو۔ دوسرے وہ جس کے دو حق ہوں تیسرے وہ جس کے تین حق ہوں۔

تین حق والا پڑوسی وہ مسلمان رشتہ دار ہے جو پڑوس میں رہتا ہو۔ اس کو رشتہ کا حق بھی حاصل ہے، پڑوس کا حق بھی اور اسلام کا حق بھی۔

اور دو حق والا پڑوسی مسلمان ہمسایہ ہے۔ اس کو ایک حق اسلام کا حاصل ہے اور دوسرا پڑوس کا حق۔

اور جس کا حق ایک ہے وہ غیر مسلم ہمسایہ ہے۔ اس کو پڑوس کا حق حاصل ہے۔

---

[1] بخاری شریف و مسلم شریف [2] مشکوٰۃ شریف بحوالہ بیہقی [3] احیاء العلوم۔

مسلمان کا فرض ہے کہ تینوں قسم کے پڑوسیوں سے اچھا سلوک کرے۔
رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا۔ اللہ تعالیٰ کی طرف سے مجھے برابر تاکید ہوتی رہتی ہے کہ پڑوسیوں کے ساتھ اچھا سلوک کرو۔ یہاں تک کہ مجھے یہ خیال ہوگیا کہ جیسے رشتہ داروں کا ترکہ میں حق ہوتا ہے پڑوسیوں کا بھی ترکہ میں حق مقرر کر دیا جائے گا۔

مطلب یہ ہے کہ رشتہ دار اور پڑوسی میں یہ فرق تو باقی رہا کہ رشتہ دار کو ترکہ میں حصہ ملتا ہے۔ پڑوسی کو نہیں ملتا۔ باقی اچھا سلوک کرنے میں یعنی مہربانی۔ محبت۔ امداد۔ ادب واحترام اور خدمت کرنے میں پڑوسی اور رشتہ دار دونوں برابر ہیں۔

یہ بھی یاد رکھو کہ پڑوسی صرف وہی نہیں جو دیوار کے نیچے رہتا ہے بلکہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ چالیس مکان تک پڑوس ہے۔ یعنی دائیں بائیں، آگے پیچھے ہر طرف چالیس مکان تک پڑوس ہے[۱]۔ ان میں زیادہ مستحق وہ ہے جس کا دروازہ قریب ہے[۲] یہ بھی سمجھ لو کہ پڑوسی کے حق کا مطلب یہ نہیں ہے کہ آپ اس کو تکلیف نہ دیں۔ بلکہ پڑوسی کا حق یہ ہے کہ آپ اس کی خاطر تکلیف برداشت کریں۔ اگر آپ پڑوسی کو کوئی تکلیف نہیں پہونچاتے تو یہ کوئی خوبی نہیں۔ اینٹ پتھر جو پاس پڑے رہتے ہیں وہ بھی تکلیف نہیں پہونچاتے۔ تکلیف نہ پہنچانے سے آپ میں کوئی فضیلت پیدا نہیں ہوئی۔ فضیلت کی بات یہ ہے کہ اس کی

---

[۱] جمع الفوائد بحوالہ موصلی۔ [۲] بخاری شریف۔

خاطر تکلیف اُٹھاؤ۔ اور نہ صرف تکلیف اُٹھاؤ بلکہ جہاں تک ہو سکے اُس کو نفع پہونچاؤ۔

ایک بزرگ کے مکان میں چوہے بہت ہو گئے تھے۔ کسی نے مشورہ دیا کہ بلّی پال لیجئے۔ چوہے بھاگ جائیں گے۔ فرمایا بھاگ کر کہاں جائیں گے پڑوسیوں کے گھروں میں۔ تو جو تکلیف مجھے ہو رہی ہے، وہ اُن کو پہنچے گی جو میں اپنے لئے پسند نہیں کرتا وہ پڑوسی کے لئے کیسے پسند کر سکتا ہوں۔

حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہ کے یہاں ایک روز بکری ذبح کی گئی۔ پڑوس میں ایک یہودی[1] رہتا تھا۔ آپ نے گھر والوں سے پوچھا تم نے ہمارے یہودی پڑوسی کے یہاں گوشت بھیجا یا نہیں۔ جب بار بار دریافت فرمایا تو کسی نے کہا آپ کو اتنی فکر کیوں ہے۔

فرمایا۔ وہ ہمارا پڑوسی ہے اور رسول اللہ صلّی اللہ علیہ وسلّم پڑوسیوں کے ساتھ حسن سلوک کی ہمیشہ تاکید فرمایا کرتے تھے۔[2]

حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما نے اُس وقت تک گوشت نہیں چکھا جب تک کہ یہودی پڑوسی کے یہاں گوشت نہیں بھجوا دیا۔[3]

حضرت ابوذر رضی اللہ عنہ آنحضرت صلّی اللہ علیہ وسلّم کے جاں نثار ساتھی تھے۔ آپ فرمایا کرتے تھے "میرے محبوب (آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلّم)

---

[1] مسلمانوں اور یہودیوں میں بہت لڑائیاں رہی ہیں۔ ویسے بھی یہودیوں کا بخل اور تنگ نظری مشہور ہے۔ لیکن جو یہودی پڑوسی ہوا کرتے تھے اُن کے ساتھ مسلمانوں کے سلوک کا اندازہ اس واقعہ سے کیجئے [2] صحاح [3] احیاء العلوم۔

کی نصیحت یہ ہے کہ جب گوشت پکاؤ تو شوربا زیادہ کرو اور تھوڑا سالن اپنے پڑوسیوں کے یہاں بھیجدو۔[۱]

ایک شخص فاقہ اور افلاس سے بہت پریشان ہوکر روزگار کی تلاش میں باہر جانے لگا۔ ایک بزرگ اُس کے پڑوس میں رہا کرتے تھے۔ ایک خط اُن کے نام لکھا اور لفافہ میں بند کرکے بیوی کو دے گیا۔ لفافہ میں لکھا تھا "میں روزگار کی تلاش میں باہر جا رہا ہوں۔ میرے پڑوسی ہونے کا جو فرض آپ کے ذمّہ ہے آپ اُس کو ادا فرمائیں۔ آپ کے پڑوس کے علاوہ میرے بیوی بچّوں کے پاس کوئی سرمایہ نہیں"۔

اگلے ہی روز گھر میں فاقہ تھا۔ بیوی نے وہ لفافہ بزرگ کے پاس پہونچا دیا۔ وہ بزرگ خود غریب آدمی تھے۔ مگر اللہ نے حوصلہ بلند عطا فرمایا تھا۔ اُنھوں نے لفافہ کے جواب میں جو کچھ پاس تھا وہ دے دیا اور اطمینان دلادیا کہ جیسے جیسے میرے پاس آتا رہے گا' میں یہ قرض ادا کرتا رہوں گا۔ تم پریشان نہ ہو۔ یہ تھے اللہ والے جو پڑوس کے قرض کو اصل قرض سے بھی زیادہ ضروری سمجھتے تھے۔

پس یاد رکھو تمہارا فرض ہے کہ :۔

پڑوسی کی عزت کرو۔ جب آمنا سامنا ہو' پہلے تم سلام کرو۔ موقع ہو تو خیریت پوچھو۔ اور ادب تہذیب سے گفتگو کرو۔

---

[۱] ترمذی شریف۔ کتاب الاطعمہ۔

(۲) پڑوسی کی خوشی اور غمی میں شرکت کرو۔ جو کام پیش آئے اُس میں اس کا ہاتھ بٹاؤ۔

(۳) اگر پڑوسی بیمار ہو جائے تو اُس کی مزاج پُرسی کرو۔ ضرورت پڑے تو ڈاکٹر یا حکیم کو بلاؤ۔ پُورے غور سے علاج کراؤ۔

(۴) اگر پڑوسی کہیں باہر جائے تو اُس کے گھر کا خیال کرو۔ کام کاج کرو۔ بازار سے سودا سُلف لادو۔

(۵) پڑوسی کے بچوں کو اپنے بچوں کی طرح سمجھو۔ اُن کی تعلیم و تربیت کا خیال رکھو۔

(۶) اگر قرض مانگے تو قرض دو۔ کوئی اور مدد چاہے تو اُس کی مدد کرو۔

(۷) تمہارے یہاں کوئی چیز آئے تو پڑوسی کے یہاں بھیجو۔ پڑوسی کوئی چیز تمہارے یہاں بھیجے تو اُس کی قدر کرو۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:۔ پڑوسی کے تحفے کو حقیر مت سمجھو۔ اگر وہ بکری کا کھُر بھی بھیجے تو اُس کی قدر کرو۔

(۸) پڑوسی کے گھر میں نہ جھانکو۔ اس طرح نہ کھڑے ہو کر پڑوسی کی بے پردگی ہو۔ چھُپ لگ کر اُن کی باتیں نہ سُنو۔

(۹) مکان بناؤ تو اس کا خیال رکھو کہ پڑوسی کے مکان کی ہوا نہ رُکے۔

(۱۰) بغیر اجازت پڑوسی کے مکان میں کیل نہ گاڑو۔

(۱۱) اگر پڑوسی آپ کے مکان کی دیوار پر اپنے مکان کی کڑی یا چھپّر رکھنا چاہے تو اس کی اجازت دے دو[1]

---

[1] صحاح۔

۱۲ یہ کبھی نہ بھولو کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے اچھے بُرے کی کسوٹی پڑوسیوں کو ٹھہرایا ہے۔ ارشاد ہوا اگر پڑوسی تمہاری تعریف کرتے ہیں تو تم واقعی اچھے ہو اور اگر پڑوسی تم سے نالاں ہیں تو تم اچھے آدمی نہیں ہو۔

سوالات

(۱) پڑوسی کَے قسم کے ہوتے ہیں؟

(۲) پڑوسی اور رشتہ دار کے حق میں کیا فرق ہے؟

(۳) غیر مسلم پڑوسی کے ساتھ کیسا سلوک کرنا چاہیئے؟

(۴) پڑوسی کی حد کیا ہے؟

(۵) زیادہ مستحق کونسا پڑوسی ہے؟

(۶) پڑوسیوں کے ساتھ حُسنِ سلوک کا کیا مطلب ہے؟

خدمتِ خلق، نرم دلی، ہمدردی اور خیر خواہی

اُستاد سے محبت کا اثر یہ ہوتا ہے کہ اُستاد کی اولاد اور اُن کے شاگردوں سے محبت کرتے ہو۔ ماں باپ سے محبت ہوتی ہے تو اُن کی اولاد سے بھی محبت کرتے ہو۔ اُن کو بہن بھائی کہتے ہو۔ پس اللہ سے محبت کا اثر یہ ہوگا کہ تم اللہ تعالیٰ کی ساری مخلوق سے محبت کرو گے۔ کیونکہ اللہ تعالیٰ کی ساری ساری مخلوق ایسی ہی ہے جیسے کسی کے بال بچے[1]

یوں تو ہر مذہب والوں کا دعویٰ ہے کہ اُن کو اللہ تعالیٰ سے محبت ہے مگر اللہ تعالےٰ کا ارشاد ہے کہ مسلمانوں کو اللہ تعالےٰ سے اتنی محبت ہوتی ہے کہ کسی مذہب والوں کو نہیں ہوتی۔

پس جس طرح مسلمان اللہ کی محبت میں سب سے بڑھے ہوئے ہیں ایسے ہی ضروری ہے کہ وہ مخلوقِ خدا کی خدمت میں بھی سب سے آگے ہوں وہ سب سے زیادہ مخلوقِ خدا کے ہمدرد ہوں نیز خیر خواہی کا جذبہ اُن کے دل میں سب سے زیادہ ہو۔

آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا۔

رحم کرنے والوں پر رحمٰن رحم کرتا ہے۔ زمین والوں پر رحم کرو تم پر آسمان والا رحم کرے گا[2]

---

[1] آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا یہ ارشاد تیسرے حصہ میں گذر چکا ہے کہ الخلق عیال اللہ (احمد، بیہقی) کہ اللہ کی مخلوق اللہ کی عیال ہے۔ پس اللہ کو زیادہ محبوب وہ شخص ہے جو اللہ کی عیال یعنی اللہ کی مخلوق پر زیادہ احسان کرے۔ [2] ترمذی شریف وغیرہ۔

ارشاد ہوا۔ دین خیر خواہی کا نام ہے۔ دین یہ ہے کہ ہر ایک کا بھلا چاہو۔ دین یہ ہے کہ ہر ایک کی بھلائی مانگو۔[1]

ارشاد ہوا۔ جو شخص چھوٹوں پر رحم، بڑوں کی تعظیم نہ کرے، اچھی باتیں نہ بتائے اور بُری باتوں سے نہ روکے وہ مسلمان نہیں۔[2]

ارشاد ہوا۔ پُوری قوم کی مثال ایک کشتی کے سواروں کی ہے۔ اگر کشتی کے کچھ آدمی کشتی میں سوراخ کرنا شروع کر دیں تو سب کا فرض ہے کہ خوشامد درآمد یا سختی اور درشتی سے غرض جس طرح ممکن ہو اُن کو روکیں اور اپنے ساتھ شامل کریں۔ کیونکہ اگر ان کو نہ روکا گیا تو وہ کشتی میں سوراخ کر دیں گے اور جب سُوراخ سے کشتی میں پانی بھر جائے گا تو سب ہی ڈوب جائیں گے۔[3]

آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم تمام جہانوں کے لئے رحمت بنا کر بھیجے گئے آپؐ نے جس طرح انسانوں پر رحم و کرم کی ہدایت فرمائی ایسے ہی ہر ایک جاندار پر رحم کی ہدایت فرمائی۔[4]

ایک مرتبہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم ایک باغ میں تشریف لے گئے باغ میں ایک دُبلا پتلا اونٹ تھا۔ پیٹ کمر سے لگا ہوا تھا۔ آنکھیں اندر گڑی ہوئی۔ اس اونٹ نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو دیکھا تو بدکنے یا بھاگنے کے بجائے رحمت عالم صلی اللہ علیہ وسلم کی طرف بڑھا اور آپؐ کے پاس

---

[1] مسلم شریف وغیرہ۔ یعنی تین مرتبہ یہی ارشاد ہوا۔ الدین النصیحۃ، دین خیر خواہی ہے

[2] ترمذی شریف وغیرہ [3] ترمذی شریف [4] فی کل کبد رطبۃ اجرٌ (صحاح) اس مضمون کی چند حدیثیں دوسرے حصہ میں گذر چکی ہیں۔

پہونچکر قدموں میں سر ڈال دیا۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم اُس کی حالت زار دیکھ کر بے چین ہو گئے۔ آپؐ نے اونٹ کو چمکارا۔ اُس کے سر پر ہاتھ پھیرا۔ پھر اُس کے مالک کو بلوا کر فرمایا۔

اللہ سے ڈرو۔ اِن بے زبانوں کو مت ستاؤ۔ خدا نے تمہیں ان کا مالک بنایا ہے — ان کی جان کو جان سمجھو۔ قاعدے سے کام لو۔ ان پر اتنا بوجھ لادو جتنا یہ آسانی سے اُٹھا سکیں۔ اِن سے اتنا کام لو جس کو یہ سہار سکیں، اچھا کھلاؤ — اچھی ٹہل کرو اور اچھی طرح رکھو۔[۱]

آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے اس سے منع فرمایا کہ بلا ضرورت گھوڑے یا اونٹ پر سوار باتیں کرتے رہیں۔ ارشاد ہوا اِن کی پیٹھوں کو منبر مت بناؤ۔[۲]

آپؐ کی ہدایت یہ تھی کہ جب منزل پر پہونچو تو پہلے سامان اُتر والو۔ پھر نماز پڑھو[۳] پہلے ان کے چارے کا انتظام کرو۔ پھر خود کھانا کھاؤ۔[۴]

دیکھو! اسلام کی تعلیم یہ ہے کہ ہر چیز اللہ کی تابعدار ہے[۵]۔ ہر چیز

---

[۱] ابوداؤد شریف کتاب الجہاد [۲] ابوداؤد شریف وغیرہ۔ ارشاد ہوا ان سے باربرداری اور تنقل کا وہی کام لو جن کے لئے اللہ نے ان کو پیدا کیا ہے۔ [۳] ابوداؤد شریف کتاب الجہاد باب فی نزول المنازل [۴] قال الخطابی کان بعض العلماء یستحب ان لا یطعم الراکب اذا نزل المنزل حتی یعلف الدابہ (حاشیہ ابوداؤد شریف)، [۵] قرآن پاک کی متعدد آیتیں اس مضمون کو پورا کرتی ہیں۔

اللہ کے نام کی تسبیح پڑھتی رہتی ہے۔ لہذا نہ کسی کو ستاؤ نہ کسی چیز سے بے موقع کام لو۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے ایک نبی کا قصہ سنایا کہ چیونٹی نے ان کے کاٹ لیا تھا۔ نبی نے (علیہ السلام) چیونٹیوں کا بل جلا دیا تو اللہ تعالیٰ نے نبی کو تنبیہہ فرمائی کہ تم نے ایسی اُمت جلا دی جو اللہ کی تسبیح پڑھا کرتی تھی۔[۲]

اس بات کا ہمیشہ خیال رکھو کہ اللہ تعالیٰ رب العالمین[۳] اور ارحم الراحمین[۴] ہیں۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم رحمۃ للعالمین[۵] ہیں۔ پس مسلمان جو اللہ کا سچا وفادار اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا پیروکار ہے، اس کا فرض ہے کہ وہ بھی سراسر رحم و کرم اور خلق خدا کا ہمدرد و غم خوار ہو۔

بقول شاعر

سارے جہاں کا درد ہمارے جگر میں ہے

---

[۱] جن جانوروں کے ذبح کی اجازت ہے وہ ستانے یا ذلیل کرنے کے لئے نہیں۔ بلکہ اس لئے کہ خدا نے انسان کی غذا بنائی ہے۔ پس غذا حاصل کرنے کے لئے جیسے تازہ پھلوں کو توڑا جاتا ہے اسی طرح ذبح بھی کیا جاتا ہے اور ذبح کرنے کے متعلق ہدایت ہے کہ ایسی طرح ذبح کرو کہ کم سے کم تکلیف ہو۔ وغیرہ۔ [۲] بخاری شریف وغیرہ [۳] رَبّ العٰلمین۔ تمام چیزوں کے پالنے والے [۴] سب مہربانوں سے زیادہ مہربان۔ [۵] تمام جہانوں کے لئے رحمت

اِتّفاق

اتفاق کے معنی ہیں ایک دوسرے سے میل جول رکھنا۔ ضرورت کے وقت ایک دوسرے کے کام آنا۔ آپس میں لڑائی جھگڑا نہ کرنا۔

اختلاف کے معنی ہیں بل جل کر نہ رہنا۔ لڑنا جھگڑنا اور آپس میں دشمنی پیدا کرنا۔ اتفاق اور اختلاف کے معنوں ہی سے ظاہر ہے کہ اتفاق اچھی چیز ہے اور اختلاف بہت بُری چیز ہے۔

اسلام کی اکثر عبادتوں سے ہم کو اتفاق کا سبق ملتا ہے۔ پانچ وقت جماعت سے نماز پڑھتے ہیں۔ اس میں ایک مصلحت یہ بھی ہے کہ محلّہ کے مسلمان روزانہ ایک دوسرے سے ملتے جلتے رہیں۔

جمعہ کی نماز جامع مسجد میں پڑھنے سے یہ بھی ایک فائدہ ہے کہ شہر کے مسلمانوں کو ہفتہ میں ایک جگہ جمع ہونے کا موقع ملتا ہے۔

اسی طرح عیدین کی نماز عیدگاہ میں پڑھنے سے یہ فائدہ ہے کہ سب مسلمان سال میں دو دفعہ جمع ہوکر دینی اتفاق کا ثبوت دے سکتے ہیں۔ ویسے تم اعلان کرو۔ اشتہار نکالو۔ منادی کراؤ۔ تب کہیں اتنا بڑا اجتماع ہوتا ہے اور اسلامی تعلیم کی یہ برکت ہے کہ بلا کسی اعلان و اشتہار کے جمعہ کو جامع مسجد میں اور عید بقر عید کو عیدگاہ میں بڑے سے بڑا اجتماع ہو جاتا ہے۔

اللہ تعالےٰ نے مال دار مسلمانوں پر حج فرض کیا ہے جس کی بدولت تمام دنیا کے مسلمان سال میں ایک مرتبہ مکہ معظمہ میں جمع ہو جاتے ہیں اِن باتوں کے

علاوہ قرآن شریف میں صاف لفظوں میں حکم ہے۔

"مضبوط پکڑو۔ رسّی اللہ کی سب مل کر اور پھوٹ نہ ڈالو"[1]

یعنی اتفاق سے رہو اور اختلاف سے بچو۔ اختلاف پیدا کرنے کا نتیجہ بہت برا ہوتا ہے۔ اسی لئے قرآن شریف میں بار بار جتا دیا گیا ہے۔

آپس میں[2] مت جھگڑو۔ ورنہ تم کمزور ہو جاؤ گے اور تمہاری ہوا بگڑ جائے گی۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے "مسلمان آپس میں ایک ہی عمارت کی اینٹیں ہیں جو ایک دوسرے کو سہارا دیتی ہیں"[3]

سچ ہے اتفاق میں بڑی قوت ہے جب آپس میں اتفاق کر کے کوئی کام کیا جاتا ہے تو وہ کیسا ہی مشکل کیوں نہ ہو، آسان ہو جاتا ہے دیکھو! ایک کچے دھاگے کو تم آسانی سے توڑ سکتے ہو۔ مگر جب بہت سے دھاگوں کو بٹ دیا جائے تو تم تو کیا بڑے سے بڑا پہلوان بھی اس کو نہیں توڑ سکتا۔ جو لوگ متفق ہو کر کام کرتے ہیں وہ بٹے ہوئے دھاگوں کی مانند ہیں، دشمن اُن پر ہرگز غالب نہیں آسکتا۔ اگر وہ جُدا جُدا ہو جائیں تو اُن کی حالت اُکھرے دھاگوں جیسی ہوگی۔ اُن پر دشمن آسانی سے غلبہ پا سکتا ہے۔

جن خاندانوں۔ جن قوموں اور جن ملکوں میں اتفاق ہے۔ اُن کی دنیا میں بہت عزت ہے۔ وہ آزاد اور آباد ہیں۔ ترقی اُن کے قدم

---

[1] ع ۱۱ سورۂ آل عمران (موضح القرآن) [2] سورۂ انفال ع ۶ [3] متفق علیہ

چومتی ہے۔ پس تمہارا فرض ہے کہ:۔

(۱) اتفاق سے رہو۔

(۲) وہ کام کرو جن سے اتفاق میں ترقی ہو۔

(۳) پھوٹ سے بچو۔ ایسے کام نہ کرو جن سے اختلاف پیدا ہو۔ اور لڑائی جھگڑے بڑھیں۔

(۴) کبھی کسی سے جھگڑا نہ کرو۔ کبھی کسی سے جھگڑا ہو جائے تو جلد صلح کر لو۔ اور اپنا دل صاف رکھو۔

(۵) ہر کام صلاح مشورے سے کرو۔

(۶) اپنی بات منوانے کے لئے دوسروں کی اچھی رائے سے کبھی اختلاف نہ کرو۔

(۷) جماعتوں کی پابندی کرو۔ جمعہ کی نماز جامع مسجد میں اور عید و بقرعید کی نماز عیدگاہ میں سب کے ساتھ مل کر پڑھو۔

(۸) جماعتوں کی صفیں سیدھی رکھو۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا جماعتوں کے ٹیڑھے ہونے کا اثر دلوں پر پڑتا ہے اور اس سے اختلافات پیدا ہوتے ہیں۔

(۹) لوگوں کے اچھے کاموں کی قدر کرو۔ برائیوں سے چشم پوشی برتو۔

بُری باتیں :۔

بدگمانی، غیبت، حسد، لعن طعن، گالی گلوچ وغیرہ

آپس کی صلح صفائی اور بگاڑ

تم پڑھ چکے ہو۔ محبت ۔ پریم ۔ میل جول ۔ بڑوں کی عزت، ساتھیوں کا ادب ۔ چھوٹوں پر مہربانی، اپنے پرایوں کے ساتھ اچھا سلوک، خلقِ خدا کی خدمت، ہر ایک کے کام آنا، ہر ایک کا بھلا چاہنا، ہر ایک سے بھلائی کرنا اسلام اور ایمان کی شان ہے ۔ اللہ اور رسول پر ایمان کے ساتھ یہ باتیں جتنی زیادہ ہوں گی اتنا ہی ایمان کامل ہوگا ۔

ان کے خلاف جو باتیں ہیں وہ کفر اور نفاق کی باتیں مانی جاتی ہیں اور اللہ اور رسول نے (صلی اللہ علیہ وسلم) اُن کی سخت ممانعت فرمائی ہے ۔

آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے ایک دفعہ اپنے ساتھیوں سے فرمایا ۔ دیکھو میں ایسی چیز بتاتا ہوں جس کا درجہ نفل نماز ۔ روزہ ۔ صدقہ اور خیرات سے بھی بڑھا ہوا ہے ۔

وہ کیا چیز ہے ۔

وہ ہے " اصلاح ذات البین " یعنی آپس کی خرابیوں کو دُور کرنا ۔ دلوں کے میل دُور کر کے میل ملاپ کی کوشش کرنا ۔

پھر ارشاد ہوا ۔ یاد رکھو ۔ " اِفسادُ ذات البین " یعنی آپس کے تعلقات میں بگاڑ پیدا کرنا ۔ گویا اُسترا ہے جو بالوں کو نہیں ایمان کو مونڈ ڈالتا ہے[۱] ۔

[۱] مصابیح ۔ متفق علیہ ۔

بدگمانی بدگمانی خرابی تعلقات اور بہت سی برائیوں کی جڑ ہے۔ اس لئے اس کی سخت ممانعت فرمائی گئی ہے۔

اصل بات یہ ہے کہ آدمی جیسا خود ہوتا ہے ایسا ہی دوسروں کو سمجھتا ہے۔ اچھا آدمی دوسروں کو بھی اچھا ہی سمجھتا ہے[1] اور جس میں خود کھوٹ ہوتا ہے وہ دوسروں کو بھی کھوٹا سمجھتا ہے۔

رشوت خور جیسا خود ہوتا ہے کہ کسی کا کام کچھ لئے بغیر نہیں کرتا۔ ایسے ہی جب وہ کسی کو کام کرتے دیکھتا ہے تو گمان کر لیتا ہے کہ اُس نے کچھ لیا ہوگا۔

ایک نفع باز جس کے سامنے ہر وقت اور ہر موقع پر اپنا دنیاوی نفع ہی رہتا ہے وہ قوم اور ملت کے سچے خادموں کے بارہ میں بھی یہی خیال رکھتا ہے کہ اُن کی ساری کوشش کسی لالچ یا غرض کی خاطر ہے۔

دیکھو۔ یہ کتنا بڑا ظلم ہے کہ ایک آدمی اللہ کے لئے کام کرے۔ مخلوقِ خدا کی ہمدردی میں اپنا خونِ جگر پیوے۔ اور تم یہ سمجھو کہ یہ جو کچھ کر رہا ہے اپنی غرض کے لئے کر رہا ہے۔

مکہ کے کافر اسی لئے عرصہ تک ایمان سے محروم رہے کہ وہ سمجھتے تھے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی تبلیغ کسی اپنی غرض کے لئے ہے۔ ہمارے

---

[1] آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:۔ حسن الظن من حسن العبادۃ ۔ (ابو داؤد شریف) یعنی جو شخص اپنے اللہ سے اچھا تعلق رکھتا ہے، اپنے پروردگار کی عبادت اچھی طرح کرتا ہے وہ دوسروں سے بھی اچھا گمان رکھتا ہے (واللہ اعلم) پس حسن ظن خود اپنی اچھائی اور اپنی بھلائی کی علامت ہے۔

لئے نہیں۔[1]

اسی لئے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا۔ " بدگمانی بدترین جھوٹ ہے"[2]

حقیقت یہی ہے کہ بدگمانی جھوٹ سے بھی زیادہ بُری بات ہے۔ کیونکہ جھوٹی بات کان میں پڑتی ہے تو بسا اوقات اس کا یقین نہیں آتا۔ اور جی چاہتا ہے کہ اُس کی تحقیق کی جائے اور جب پوچھ گچھ کی جاتی ہے تو پول کھل جاتا ہے۔ اصل بات نکھر کر سامنے آجاتی ہے۔ جو بُرائی دل میں بیٹھی تھی وہ نکل جاتی ہے۔ اتحاد و اتفاق کا رشتہ مضبوط ہوجاتا ہے۔ لیکن جب خود ہی دل میں کسی کی بُرائی آجائے اور اُس کے متعلق بُرے خیال قائم کرلئے جائیں تو پھر تحقیق اور پوچھ گچھ کی توفیق ہی نہیں ہوتی۔ دل میں غبار بھرا رہتا ہے۔ دشمنی اور غصہ کی آگ سلگتی رہتی ہے جو کسی وقت بھڑک اُٹھتی ہے اور اتحاد و اتفاق کی رسّی کو جلا کر ختم کر ڈالتی ہے۔

---

[1] پانچویں رسالہ میں تفصیل سے گذر چکا ہے کہ مکہ والوں کا ایک وفد آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوا اور عرض کیا کہ اگر آپ کو دولت چاہیئے تو سونے چاندی کے انبار لگا دیں۔ حکومت چاہیئے تو آپ کو اپنا سرپنچ اور بادشاہ مان لیں۔ کسی حسین پر دل مائل ہے تو اس کو حاضر کردیں۔ مگر آپ ہمارے دیوتاؤں کی تردید اور مذمت چھوڑ دیں۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا اگر میرے ایک ہاتھ پر سورج اور دوسرے پر چاند رکھ دیا جائے تب بھی اس دعوت اور تبلیغ کو نہیں چھوڑوں گا جس کے لئے اللہ تعالےٰ نے مجھے نبی بنا کر بھیجا ہے

[2] ایاکم والظن فان الظن اکذب الحدیث (متفق علیہ) بدگمانی سے بچو کیونکہ بدگمانی بدترین جھوٹ ہے۔

اسی لئے قرآن شریف اور حدیث شریف میں تاکید فرمائی گئی ہے کہ بُرے گمان سے بچو۔ کسی کے متعلق رائے قائم کرنے میں پوری احتیاط سے کام لو۔[۱]

بُرائیوں کی ٹوہ

بُرے گمان اور دل کی کھوٹ کا یہ اثر ہوتا ہے کہ وہ دوسروں میں بھی کھوٹ دیکھنا چاہتا ہے اور جب کوئی کھوٹ نظر نہیں آتا تو اُس کی تلاش رکھتا ہے ۔ بے عیب ذات اللہ کی ہے ۔ گناہوں سے پاک صرف انبیاء ہوتے ہیں ۔ انبیاء علیہم السّلام کے علاوہ کوئی کتنا ہی بڑا عالم یا صوفی ہو ۔ کوئی کمزوری اُس میں ہوتی ہے پس یہ کھوٹے دل والا بدگمان آدمی اُس کمزوری کو پکڑ لیتا ہے اور اسی کو اُچھالنا شروع کر دیتا ہے ۔ نتیجہ یہ ہوتا ہے کہ نیک لوگوں کو نیک اور بڑا مان کر اُن کی ہدایت پر چلنے سے عوام کو جو فائدہ ہو سکتا ہے اُس میں فرق آجاتا ہے ۔ اُن کی بات میں وہ وزن نہیں رہتا اور اُن کی اصلاحی کوششیں پُوری طرح کامیاب نہیں ہوتیں اور اکثر ایسا ہوتا ہے اُن کے ماننے والوں کی دو ٹولیاں ہو جاتی ہیں اور اتحاد و اتفاق کے بجائے اختلاف پیدا ہو جاتا ہے ۔

چنانچہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد ہے ۔

---

[۱] اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے یا ایّھا الّذین اٰمنوا اجتنبوا کثیرًا من الظّنّ (سورہ حجرات رکوع ۲) اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد ہے :- ایاکم والظّن فان الظّن اکذب ۔ (الحدیث)

" اگر تم لوگوں کی کمزور باتوں کی ٹوہ میں رہو گے تو یقیناً بگاڑ پیدا کر دو گے " [1]

دوسرے موقع پر آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد ہے :۔

تم لوگوں کی کمزور باتوں کی ٹوہ میں مت رہو۔ کیونکہ جو شخص اپنے مسلمان بھائی کی کمزوریوں کی ٹوہ میں رہتا ہے خدا اس کی چھپی باتوں کی کھوج میں رہے گا، اور جس کی کمزوریوں کی ٹوہ میں خدا رہے، ظاہر ہے کہ وہ اُس کو رسوا کر دے گا۔ خواہ وہ کتنی ہی چھپانے کی کوشش کرے۔ [2]

بدگمانی اور دل کے کھوٹ کا اثر یہ بھی ہوتا ہے کہ اگر وہ شخص اپنی صفائی پیش کرے تو دل میں نہیں بیٹھتی - یہ ہی خیال کیا جاتا ہے کہ بناوٹی بات ہے۔ حالانکہ یہ بہت بڑا گناہ ہے کہ کوئی اپنی صفائی پیش کرے اور تم نہ مانو۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا۔

جو شخص اپنے بھائی کی صفائی اور معذرت قبول نہیں کرتا وہ بہت بڑا ظالم ہے " [3]

دیکھو ایک بات یاد رکھو۔ بھلے آدمیوں کی بھلائیوں اور خوبیوں کی قدر کرو۔ غلطیوں اور کمزوریوں کو نظر انداز کرو۔ [4] یہ اتحاد اور اتفاق جماعتی

---

[1] ان اتبعت عورات الناس افسدتهم (او کما قال) [2] ترمذی شریف ۔

[3] قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ۔ من اعتذر الی اخیه فلم یعذره کان علیه مثل خطیئة صاحب (بیہقی فی شعب الایمان ۔ بحوالہ مشکوٰۃ شریف)

[4] ... رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ۔ اقیلوا ذوی الهیئات عثراتهم او نحوہ ۔

زندگی کا بنیادی اصول ہے۔

غیبت جب اپنے اندر بُرائیاں ہوں تو دوسروں کی بُرائیوں کا ذکر بھی اچھا لگتا ہے۔ اس لئے پیٹھ پیچھے بُرائی یعنی غیبت میں مزہ آتا ہے مگر غیبت کی نحوست یہ ہے کہ اس سے آپس میں نفاق بڑھتا ہے اور اتحاد و اتفاق ختم ہوتا ہے۔ تم پڑھ چکے ہو کہ غیبت حرام ہے[۱] مسلمان تو مسلمان غیر مسلم کی غیبت بھی حرام ہے۔ آنحضرت صلّی اللہ علیہ وسلّم نے ارشاد فرمایا۔ غیبت سے بچو۔ کیونکہ غیبت زنا سے بدتر ہے[۲]۔

ایک اور روایت میں اس کی یہ وجہ فرمائی گئی ہے کہ زنا توبہ سے معاف ہوسکتا ہے مگر غیبت توبہ سے بھی معاف نہیں ہوتی جب تک کہ وہ شخص معاف نہ کرے جس کی غیبت کی گئی ہے[۳]۔

یہ بھی یاد رکھو کہ جس طرح غیبت کرنا منع ہے ایسے ہی غیبت سُننا اور اُس میں دلچسپی لینا بھی منع ہے۔ کیونکہ یہ بھی گناہ میں شرکت[۴] ہے۔

حَسَد کسی کو اچھی حالت میں دیکھ کر جلنا حسد کہلاتا ہے۔ یہ بہت بُرا مرض ہے۔ حاسد کا چاہا پُورا نہیں ہوتا۔ اس لئے گھٹتا ہی رہتا ہے اور خدا کے یہاں کا عذاب مفت میں اپنے سر لیتا ہے۔ آنحضرت صلّی اللہ علیہ وسلّم نے فرمایا:-

---

۱ ملاحظہ ہو تیسرا رسالہ ۲ صحاح ۳ شعب الایمان۔ بیہقی بحوالہ مشکوٰۃ شریف

۴ وقد [illegible] اللہ تعالیٰ حیث قال سمّاعون الکذب اکالون للسحت۔

حسد نیکیوں کو اس طرح کھا جاتا ہے جس طرح آگ سوکھی لکڑی کو۔[۱]

شماتت کسی کی مصیبت اور پریشانی پر خوش ہونا شماتت کہلاتا ہے یہ بہت کمینہ خصلت ہے۔ انسانیت سے کوسوں دور ہے۔
کیونکہ انسانی شرافت کا تقاضا ہے یہ ہے کہ مصیبت کے وقت بدترین دشمنوں سے بھی ہمدردی کی جائے۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا۔ اپنے بھائی کی پریشانی پر ہرگز خوش مت ہو۔ اس سے ڈرو کہ کہیں خدا اُس پر رحم کر دے اور تم کو پکڑ لے۔[۲]

غصہ۔ لعن طعن۔ گالی گلوچ۔ لڑائی جھگڑا۔ یہ سب باتیں بہت بُری ہیں۔ انسانیت سے بعید۔ مومن کی شان یہ ہے کہ وہ ان تمام بُرائیوں سے پاک رہے۔ اللہ تعالیٰ نے ایمان والوں کی شان یہ بتائی ہے۔

غصہ پی جانے والے۔ لوگوں کو معاف کرنے والے۔[۳]

جب اُن سے ناسمجھ لوگ اُلجھنا چاہیں تو وہ صاحب سلامت کہہ کر الگ ہو جائیں۔[۴]

جب بیہودہ بات اُن کے سامنے آئے تو وہ شرافت کے ساتھ گذر جائیں۔[۵]

آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا۔

---

[۱] ابوداؤد شریف وغیرہ [۲] ترمذی شریف [۳] والکاظمین الغیظ والعافین عن الناس
[۴] اذا خاطبھم الجاھلون قالوا سلامًا [۵] واذا مروا باللغو مروا کرامًا (فرقان)

غصہ غصہ ایمان کو ایسے خراب کر دیتا ہے جیسے ایلوا شہد کو۔[1] فرمایا۔ بہادر وہ نہیں جو کشتی میں پہلوان کو پچھاڑ دے بلکہ بہادر وہ ہے جو غصہ میں ضبط سے کام لے[2]

ایک شخص نے عرض کیا یا رسول اللہ مجھے چھوٹی سی بات بتا دیجئے جس پر میں عمل کرتا رہوں۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا۔ مختصر سی بات یہ ہے کہ غصہ نہ کیا کرو۔ اُس نے دو تین مرتبہ یہی سوال کیا۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے یہی جواب دیا۔[3]

لعن طعن ارشاد ہوا۔ طعنہ دینے والا۔ لعنت کرنے والا۔ فحش بکنے والا۔ بیہودہ گو، مومن نہیں۔

گالی گلوچ ارشاد ہوا۔ گالی گلوچ فسق ہے۔ اور لڑائی جھگڑا کفر۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے وصیت فرمائی۔

مسلمانو! کمزوریوں کی ٹوہ مت رکھو۔ دھوکا مت دو۔ آپس میں حسد نہ کرو۔ بغض نہ رکھو۔ پیٹھ پیچھے بُرائی نہ کرو۔

اللہ کے بندو بھائی بھائی بن کر رہو۔[6]

غصہ اگر آجائے بُری بات پر اگر غصہ آرہا ہے تو اچھی بات ہے کیونکہ اس کا مطلب یہ ہے کہ تمہیں اچھی باتوں سے محبت ہے۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم جیسے بُردبار اور مہربان کو بھی بُری

---

[1] شعب الایمان بیہقی۔ مشکوٰۃ شریف [2] و [3] بخاری شریف

[4] و [5] ترمذی شریف وغیرہ [6] متفق علیہ۔

باتوں پر غصہ آجاتا تھا۔ ایک مرتبہ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا نے کپڑے کا ایک پردہ ڈال لیا۔ اس میں تصویریں تھیں۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے اُس کو دیکھا تو غصہ سے چہرۂ مبارک سُرخ ہوگیا۔ پھر آپؐ نے پردہ اُتار کر پھاڑ ڈالا۔ لیکن آپس کے معاملہ میں اگر غصہ آجائے تو بہادری یہ ہے کہ اُس کو پی جاؤ۔ اور درگذر کرو۔ اللہ تعالےٰ نے قرآن شریف میں اُن کی تعریف فرمائی ہے جن کو اگر غصہ آجاتا ہے تو وہ معاف کر دیتے ہیں[۱]

غصہ دبانے کی ترکیب آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے یہ بتائی ہے۔ کہ جب غصہ آئے فوراً اَعُوْذُ بِاللّٰہِ مِنَ الشَّیْطَانِ الرَّجِیْم پڑھ لو۔[۲] دوسری ترکیب یہ ہے کہ اگر کھڑے ہو تو بیٹھ جاؤ۔ پھر بھی اگر غصہ ٹھنڈا نہ ہو تو لیٹ جاؤ۔[۳]

حضرت عروہ ایک صحابی ہیں۔ اُنھیں ایک مرتبہ غصہ آگیا۔ وہ فوراً اُٹھے اور پانی لے کر وضو شروع کر دی۔ پھر فرمایا کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد ہے کہ غصہ شیطانی کام ہے، شیطان آگ سے بنا ہے آگ کو پانی بجھاتا ہے۔ پس جب غصہ آئے تو وضو کر لو۔[۴]

ایک ترکیب یہ بھی ہے کہ ٹھنڈے پانی کے کچھ گھونٹ پی لئے جائیں۔

---

[۱] قال اللہ تعالیٰ۔ واذا ما غضبوا ھم یغفرون [۲] بخاری شریف
[۳] ابوداؤد شریف [۴] ابوداؤد شریف۔

صُلح صَفائی جب غصّہ ختم ہو جائے تو میل ملاپ اور صلح صفائی کی کوشش کرو۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا۔
یہ جائز نہیں کہ تین دن سے زیادہ اپنے بھائی کو چھوڑے رکھو۔ [۱]
ارشاد ہوا۔ ایک سال تک اپنے بھائی کو چھوڑے رکھنا ایسا ہے جیسے اُس کا خون بہا دینا۔ [۲]
چھوٹ چھٹاؤ کے ختم کرنے کی صورت یہ بتائی گئی کہ سلام شروع کر دیا جائے۔ ارشاد ہوا افضل وہ ہے جو سلام میں پہل کرے۔ [۳] دوسرا شخص اگر جواب دیدے تو اُس کو بھی اتنا ہی ثواب ملے گا۔ اور اگر جواب نہ دے تو چھوٹ چھٹاؤ کے گناہ کا بار اُس کے سر رہے گا۔ [۴]
اگر خود آپس میں صُلح صفائی نہ ہو سکے تو دوسروں کو حکم ہے کہ صفائی کرا دیں۔ پہلے گذر چکا ہے کہ صُلح صفائی کرانے کا درجہ نفل نماز روزہ سے بھی بڑھا ہوا ہے۔ صلح صفائی کی خاطر ایسی بات بنانا بھی جائز ہے جس سے غصّہ اور نفرت ختم ہو۔ [۵] آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد ہے کہ ایسے شخص کو جھوٹا نہیں کہنا چاہیئے جو صُلح کرانے کے لئے بات بناتا ہے۔ [۶]

امانت و خیانت کسی شخص کی کسی چیز کو جوں کی توں حفاظت سے رکھنے کا نام امانت ہے اور طلب کرنے پر اُسی طرح واپس کر دینے کو ادا ر امانت کہا جاتا ہے۔ اس کے برخلاف

---
[۱] متفق علیہ [۲] ابو داؤد شریف [۳] متفق علیہ [۴] ابو داؤد شریف [۵] مثلاً یہ کہدے کہ اُس نے سلام عرض کیا تھا۔ یا یہ کہ اُس کو سخت ندامت ہے کہ ایسا معاملہ پیش آگیا وغیرہ [۶] متفق علیہ

عمل کرنے کو خیانت کہا جاتا ہے۔

اللہ تعالیٰ نے بندے کو جو چیز بھی عطا فرمائی ہے وہ ایک طرح کی امانت ہے۔ اس لئے اس سے اللہ ہی کی مرضی کے مطابق کام لینا چاہیئے اس کے خلاف کرنا خیانت ہوگا۔ مثلاً آنکھ ایک امانت ہے اُس سے ایسی چیزوں کو نہ دیکھا جائے جن کا دیکھنا ناجائز ہے۔ اسی طرح کان سے ایسی باتیں نہ سُننی چاہئیں جن کو اللہ تعالیٰ پسند نہیں کرتا۔ نہ زبان سے ایسی بات کرنی چاہیئے جس کی ممانعت ہے۔ اللہ تعالیٰ نے خیانت کرنے سے سخت منع فرمایا ہے۔ خیانت کرنا بہت بڑا گناہ ہے۔ آنحضرت صلّی اللہ علیہ وسلّم نے خیانت کرنے والے کو منافق فرمایا ہے۔ خیانت کرنیوالے کا کوئی اعتبار بھی نہیں کرتا۔ امانت دار کا سب اعتبار کرتے ہیں۔ لوگوں میں اس کی عزّت ہوتی ہے۔

حضرت ابراہیم ادھمؒ کا نام نامی تم نے سُنا ہوگا۔ آپ نے بادشاہت چھوڑی۔ اللہ کی محبّت میں فقیری لی۔ بسر اوقات کے لئے ایک باغ میں نگرانی کے کام کے لئے نوکری کرلی۔ ایک روز باغ کا مالک آنکلا۔ اور حضرت ابراہیم سے کہا ایک میٹھا انار لاؤ۔ حضرت ابراہیم ایک اچھا خوش رنگ انار لے آئے۔ وہ کھٹّا نکلا۔ مالک نے دوسرا انار لانے کو کہا۔ یہ اس سے بھی زیادہ خوش رنگ انار لے آئے۔ وہ بھی کھٹّا نکلا۔ مالک کو غصّہ آگیا۔ اُس نے سختی سے کہا۔ میٹھا انار کیوں نہیں لاتے۔ حضرت ابراہیم نے فرمایا۔ صاحب مجھے انار کے باہر کا حال معلوم ہے اندر کی

نہیں۔ مالک نے کہا تم عرصے سے ملازم ہو۔ تمہیں اب تک یہ بھی پتہ نہیں کہ کس درخت کا ثمر کھٹا ہے اور کس کا میٹھا۔ حضرت ابراہیمؒ نے فرمایا۔ جناب والا مجھے باغ کی دیکھ بھال کے لئے رکھا گیا ہے۔ پھلوں کا مزہ چکھنے کے لئے نہیں رکھا گیا۔ جو میرا کام ہے وہ میں کرتا ہوں۔ پھلوں کو چکھنا میرا کام نہیں۔

مالک آپ کی اس احتیاط اور امانت داری سے بہت خوش ہوا اُس نے آپ کی تنخواہ بڑھا دی۔ حضرت ابراہیم رحمۃ اللہ علیہ نوکری چھوڑ کر کہیں اور چل دیئے اور فرمایا۔ اب تک مجھے میرے کام کی مزدوری ملا کرتی تھی اب میری پرہیزگاری کا بدلہ ملا کرے گا۔ میں یہ پسند نہیں کرتا۔ [۱]

پس یاد رکھو۔ امانت داری بڑی چیز ہے۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا جس میں امانت داری نہیں اُس کا ایمان بے حقیقت ہے جس میں دیانت داری نہیں اُس کا دین بے معنی ہے۔

---

[۱] ماخوذ از رسالہ دینیات حصہ چہارم و حصہ ہشتم [۲] متفق علیہ۔

آداب معاشرت
اسلامی تہذیب

کھانے پینے کے آداب و احکام

شاید تم سمجھتے ہو کہ ہم کھانے پینے میں آزاد ہیں۔ جو چاہیں اور جس طرح چاہیں۔ جب چاہیں اور جہاں چاہیں کھا لیں۔ مگر یہ خیال غلط ہے۔ یہ انسانیت کے خلاف ہے۔ یہ بات جانوروں میں ہوتی ہے کہ جہاں چاہیں مونھ مار دیتے ہیں اور جو چیز سامنے آجائے اُس میں مونھ ڈال دیتے ہیں۔ انسان کو جو عقل و تمیز، تہذیب اور شرافت خدا نے عطا فرمائی ہے وہ اس پر پابندیاں لگاتی ہیں۔ شریعت نے ان پابندیوں کی تفصیل کی ہے۔ شریعت نے یہ باتیں کھول کھول کر بتائی ہیں کہ ہم کیا کھا سکتے ہیں کیا نہیں کھا سکتے۔ کس طرح اور کس وقت کھانا چاہیئے۔ کہاں کھانا چاہیئے کہاں نہیں کھانا چاہیئے۔ کچھ باتیں یہاں بیان کی جاتی ہیں اُن کو یاد رکھو اور اُن پر عمل کرو۔ تاکہ تم دنیا میں تمیز دار اور مہذب کہلاؤ اور اللہ کے یہاں ثواب پاؤ۔

(۱) کیا کھا سکتے ہیں کیا نہیں کھا سکتے

سب سے پہلی بات تو یہ ہے کہ جو کچھ کھایا جائے وہ پاک کمائی کا ہو۔ جائز طرح تم تک پہنچا ہو۔ زور۔ زبردستی۔ لوٹ مار۔

چوری۔ بدچلنی۔ غبن۔ سود۔ جوا۔ سٹہ۔ نجوم یا جوتش کی کمائی۔ شراب۔ جیسی حرام اور ناپاک چیز کی قیمت۔ دھوکہ۔ جھوٹی گواہی جعل سازی وغیرہ ناجائز فعل کی آمدنی نہ ہو۔ ایسی آمدنی حرام ہے۔ اس سے دل سیاہ ہوتا ہے۔ بُری باتوں کا شوق بڑھتا ہے۔ نیک کاموں کی توفیق گھٹتی ہے۔ اللہ تعالیٰ کی محبت کم ہوتی ہے۔

دیکھو تم گرم چیزیں کھاتے ہو تو مزاج میں گرمی پیدا ہوتی ہے۔ ٹھنڈی چیز کھاتے ہو تو مزاج میں ٹھنڈ پیدا ہوتی ہے۔ ایسے ہی حلال کمائی اچھی باتوں کا شوق اور اچھا جذبہ پیدا کرتی ہے اور حرام کمائی سے حرام اور بُری باتوں سے رغبت بڑھتی ہے۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا۔

جو گوشت حرام کمائی سے بدن پر چڑھا آتش جہنم ہی اس کی مستحق ہے[1]

حضرت سعد رضی اللہ عنہ نے عرض کیا یا رسول اللہ دعا فرمائیے کہ میری دُعائیں قبول ہوا کریں۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا پاک کمائی کا کھانا کھاؤ۔ تمہاری دُعا قبول ہوا کرے گی[2]

پس جس کھانے کے متعلق یقین ہو جائے کہ وہ حرام کمائی کا ہے، اُس کا کھانا حرام ہے۔ اور جس کے متعلق شک ہو اُس کا کھانا مکروہ ہے شک و شبہ جتنا زیادہ ہوگا اُتنی ہی کراہت زیادہ ہوگی۔

---

[1] کل لحم نبت من حرام فالنار اولیٰ بہ۔ ترمذی شریف [2] طبرانی بحوالہ احیاء العلوم۔

دوسری شرط یہ ہے کہ جو کچھ تم کھاؤ وہ پاک ہو۔ پیشاب گوبر خون یا شراب وغیرہ ناپاک چیز اگر کھانے میں مل گئی تو اُس کا کھانا جائز نہیں رہا اسی طرح بُسا ہوا یا سڑا ہوا کھانا یا ایسا کھانا جس میں چیونٹیاں یا بھنگے ہوں جائز نہیں ہے۔ گوشت کھانا جائز ہے کیونکہ وہ بھی انسان کی غذا ہے بدن اور دل و دماغ کی طاقت کے لئے مفید ہے۔ ایسے علاقے جہاں غلہ پیدا نہیں ہوتا وہاں اصل غذا گوشت ہی ہوتی ہے۔ لیکن شریعت نے صرف اُن جانوروں کا گوشت جائز قرار دیا ہے، جو انسانی مزاج کے موافق ہیں اور شرط یہ رکھی ہے کہ اللہ کا نام لیکر اُن کو ذبح کیا گیا ہو۔[۱] پس جن جانوروں میں ایسی باتیں پائی جاتی ہیں جو انسانی مزاج کے لئے مُضر اور خطرناک ہیں۔ مثلاً اُن میں زہر ہے[۲]۔ یا کوئی ایسی تاثیر ہے

---

[۱] جان اللہ تعالیٰ کا خاص عطیہ ہے اس کو اسی کے نام پر اور اسی کی اجازت سے لیا جا سکتا ہے یوں تو ہر چیز میں جان ہے، گھاس، پودوں اور پھلوں میں بھی جان ہوتی ہے مگر حیوانات کی جان اور اُن کی زندگی نماں ہے کہ یہ اپنے ارادہ سے حرکت کرتے ہیں چلتے ہیں پھرتے ہیں۔ بس اور تمام موقعوں پر اللہ کا نام لینا مسنون ہے اور ذبح کے وقت اللہ کا نام لینا فرض کیا گیا ہے تاکہ اس کا اقرار ہو جائے کہ اللہ کا مخصوص عطیہ اس کی اجازت سے ہی اپنے کام میں لایا جا رہا ہے۔ پس اگر ذبح کے وقت اللہ کا نام نہیں لیا گیا یعنی قصداً چھوڑ دیا گیا یا اللہ کے سوا کسی اور کا نام لیا گیا تو وہ حرام اور مُردار ہو گا۔ اُس کا کھانا حرام ہو گا۔ واللہ اعلم۔

[۲] مثلاً سانپ بچھو وغیرہ۔

جو انسان کی تندرستی ختم کر ڈالتی ہے[۴]۔ یا انسانی خصلتوں[۵] پر اُن کا بُرا اثر پڑتا ہے۔ اُس کا کھانا شریعت نے حرام قرار دیا ہے۔

اسی طرح وہ جانور جو دب کر۔ گر کر۔ چھت کر۔ جل کر، ڈوب کر مر گیا ذبح کی نوبت نہیں آئی۔ یا ذبح کے وقت اللہ کا نام چھوڑ دیا گیا[۶]، یا اللہ کے

---

[۴] جیسے شیر، چیتا۔ بھیڑیا۔ گدھ۔ باز وغیرہ یعنی گوشت خور چوپائے یا پرندے کہ اُن کا گوشت انسانی مزاج کے اعتدال سے ہٹا ہوا ہے۔ لہٰذا وہ انسانی مزاج کی موزونیت اور اعتدال کو بھی ختم کر دیتا ہے اور طرح طرح کے امراض پیدا کر دیتا ہے۔ [۵] یعنی رحم، سنجیدگی، ضبط و تحمل، ہمدردی، انصاف شرم و حیا، پاکیزگی، صفائی، ستھرائی، سچائی اور ایمانداری، مروت اور وفاداری وغیرہ۔ پس شیر، چیتا، بھیڑیا وغیرہ درندوں کا نام ہی انسانیت کے مخالف ہے۔ درندگی اور انسانیت میں بیر ہے کیونکہ درندہ رحم۔ سنجیدگی۔ ضبط و تحمل اور ہمدردی سے محروم، عدل و انصاف سے ناآشنا ہوتا ہے۔ لہٰذا تمام درندے وہ زمین پر چلتے ہوں یا ہوا پر اُڑتے ہوں حرام قرار دیئے گئے۔ کتا اور بلی بھی درندوں میں داخل ہے۔ لہٰذا اگرچہ یہ انسان سے بہت قریب رہتے ہیں مگر فطری درندگی کے باعث اُن کی حُرمت لازمی ہے۔ چوہا گھونس وغیرہ جو فطرتاً ذلیل ہیں اور خیانت، چوری وغیرہ اُن کی فطرت ہے یا بندر وغیرہ جن کی فطرت چالاکی اور مکر و فریب ہے۔ خنزیر جس کی گندگی اور بے حیائی یہاں تک مشہور ہے کہ اُس کا نام لینا بھی خلاف تہذیب اور گالی سمجھا جاتا ہے۔ گدھا جس کی حماقت اس درجہ ہے کہ احمق اور گدھا مرادف مانا جاتا ہے۔ گالی کے طور پر اس لفظ کا بھی استعمال ہوتا ہے۔ اس طرح کیڑے مکوڑے وغیرہ حشرات الارض جو گندگی اور غلاظت میں پیدا ہوتے ہیں گندگی ہی میں زندگی گذارتے ہیں، اُن کی فطرت انسانی پاکیزگی اور صفائی کے برعکس ہے یہ تمام جانور حرام قرار دیئے گئے کیونکہ ان کی خصلتیں انسانی خصلتوں کے برعکس شیطانی خصلتیں ہیں واللہ اعلم بالصواب (ملاحظہ ہو حجۃ اللہ البالغہ و تحفہ لحمیدیہ وغیرہ) [۶] یعنی قصداً چھوڑ دیا کیونکہ اگر بھولے سے رہ گیا تو ذبیحہ جائز ہے

سوا کسی اور کا نام لیا گیا۔ یا کسی کے نام پر بھینٹ چڑھایا گیا۔ یا اس طرح گلا کاٹ دیا گیا جس سے خون کا وہ حصہ جو ناپاک ہے جو بدن سے نکلنا ضروری تھا وہ بدن سے نہیں نکلا بلکہ گوشت میں جذب ہو گیا ایسے جانوروں کو بھی حرام قرار دیا گیا۔ اسی قسم کی اور صورتیں بھی ہیں اُن کی بڑی کتابوں میں بیان کی گئی ہے۔

کب کھانا چاہیئے کھانا اُس وقت کھاؤ جب بھوک لگ جائے اور جب تھوڑی بھوک رہ جائے کھانا ختم کردو بے بھوک کھانا اور پیٹ بھر کھانا اسلامی تہذیب کے خلاف ہے۔

ایک مومن کی شان یہ ہے کہ کھانے کو زندگی کی ایک ضرورت سمجھے مقصود زندگی نہ سمجھے۔ پس ضرورت کے وقت بقدرِ ضرورت کھائے۔ نہ بلا ضرورت کھائے نہ ضرورت سے زائد۔

آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا۔ زندگی کے لئے چند لقمے کافی ہیں جن سے کمر سیدھی رہ سکے۔

آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے کھانے کے بارہ میں بھی مومن اور

لہ اس خون کو شرعی اصطلاح میں دم مسفوح کہا جاتا ہے یہی اصلی خون ہے جس پر زندگی کا مدار ہے یہ حرام اور ناپاک ہے۔ یہ بدن سے نکلنا چاہیئے۔ شریعت نے جو طریقہ ذبح کا رکھا ہے کہ گلے کی دو رگیں کاٹ دی جاتی ہیں جو اس خون کی نالیاں ہیں اس طرح یہ خون نکل جاتا ہے۔ گوشت میں جذب نہیں ہوتا۔ باقی جھٹکے کی صورت میں یا کسی اور طرح مرجانے کی صورت میں خون خارج نہیں ہوتا بلکہ گوشت میں جذب ہو جاتا ہے لہذا گوشت ناپاک اور حرام ہو جاتا ہے۔ واللہ اعلم

غیر مومن میں فرق کیا ہے۔

ارشاد ہوا۔ مومن ایک آنت کھاتا ہے اور کافر سات آنت لے

یعنی مومن کھانے کا حریص نہیں ہوتا۔ وہ بقدرِ ضرورت کھاتا ہے ۔ اور غیر مومن کھانے کا حریص ہوتا ہے۔ وہ حلق تک آنٹ لیتا ہے اور پھر بھی حرص باقی رہ جاتی ہے۔ ۲ے

کھانا عبادت بن سکتا ہے

دیکھو تم جو کھاتے ہو وہ عبادت بن سکتا ہے۔ اگر تم یہ طے کر لو کہ کھانا صرف اس لئے ہے کہ اللہ کی عبادت اور دین کی خدمت ہو سکے۔ جب یہ طے کر لو گے تو تم کھانے کے حریص نہیں رہو گے اور اس کی بھی احتیاط رکھو گے کہ کھانا پاک کمائی کا ہو تاکہ عبادت میں دل لگے اور خدمت دین کی توفیق ہو۔

آنحضرت صلّی اللہ علیہ وسلّم نے کی روشنی میں علمار نے کھانے کے متعلق سات حکم بیان کئے ہیں۔

فرض۔ واجب۔ مسنون۔ مباح۔ مکروہ تنزیہی۔ مکروہ تحریمی۔ حرام

لے بخاری شریف وغیرہ ۲ے دوسرے الفاظ میں مطلب یہ ہے کہ اگر تم سات روٹی کھا سکتے ہو تو افضل اور بہتر صورت یہ ہے کہ صرف ایک روٹی کھاؤ۔ اگر اتنی تھوڑی غذا پر صبر نہ کر سکو تو سوا دو روٹی یعنی ایک تہائی پیٹ کھاؤ۔ آنحضرت صلّی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد یہ ہے کہ "ابن آدم کے لئے چند لقمے کافی ہیں جو کمر سیدھی رکھ سکیں۔ اگر یہ نہ ہو سکے اور کچھ زیادہ ہی کھانا ہو تو ایک تہائی پیٹ کھانا کھاؤ۔ ایک تہائی پانی کے لئے اور تہائی پیٹ سانس لینے کے لئے خالی چھوڑ دو" (ترمذی شریف ما جاء فی کراہۃ کثرۃ الاکل) اگر پابندی سے اس نسخہ پر عمل ہوتا رہے تو کبھی طبیب اور دوا کی ضرورت نہ ہو

ایسی حالت میں کہ ہلاکت کا یقین ہو یعنی اگر نہ کھائے[1] یا نہ پیوے تو جان جاتی رہے گی، کھانا فرض ہے[2]

ایسی حالت میں کہ نہ کھانے سے فرض کی ادائیگی میں خلل آئے مثلاً کھڑے ہو کر نماز نہ پڑھ سکو، کھانا واجب ہے اور جب خوب بھوک لگ جائے یہاں تک کہ سوکھی روٹی بھی نعمت معلوم ہو کھانا کھانا سنّت ہے[3]۔ اور جب معمولی بھوک ہو کھانا کھانا مباح ہے اور ایسی صورت میں کہ بھوک نہیں مگر کھا سکتے ہو۔ یا پیٹ بھرنے کے بعد کسی قدر زیادہ کھا لینا مکروہ تنزیہی[4] ہے۔ اور اتنا زیادہ کھانا کہ کھٹی ڈکاریں آئیں، پیٹ میں گرانی ہو، بیمار پڑ جانے کا خطرہ

---

[1] ایسی صورت میں حرام چیز کھانا بھی جائز ہو جاتا ہے۔ ایسے ہی اگر حلق میں اگر لقمہ پھنس گیا اور جب تک کوئی چیز نہ پی جائے لقمہ حلق سے نہ اترے اور جان جاتے رہنے کا خطرہ ہو تو ناپاک چیز یہاں تک کہ شراب سے بھی لقمہ اُتارا جا سکتا ہے [2] اتنی مقدار فرض ہو گی جس سے جان بچ جائے اور زندگی باقی رہ جائے اس سے زائد کھانا سنّت ہوتا ہے اور پیٹ بھر کھانا مباح اور جائز ہوتا ہے۔ پس حرام چیز اسی مقدار میں کھائی یا پی جا سکتی ہے جو فرض ہے یعنی جس قدر کھانے یا پینے سے زندگی باقی رہ جائے۔ اس سے زیادہ کی اجازت نہیں ہو گی [3] ایسی صورت میں اگر جماعت چھوٹ جائے تو مضائقہ نہیں امام صاحبؒ کا مقولہ ہے کہ مجھے یہ پسند نہیں کہ نماز کو کھانا بنا لوں۔ ہاں یہ بہتر ہے کہ کھانے کو نماز بنا لوں یعنی بھوک کی حالت میں جلدی جلدی کھا لینا اور یہ خیال رکھنا کہ جلدی کھا لیا جائے تاکہ جماعت میں شرکت ہو سکے یہ بہتر ہے اور یہ صورت کہ جماعت میں شرکت تو ہو مگر دل کھانے میں رہے بہتر نہیں ہے اگر کھانے کے ٹھنڈے ہو کر خراب ہو جانے کا خیال ہو تب کھا لینے کو علماء نے جائز قرار دیا ہے [4] مثلاً دو چار نوالے یعنی اتنا کہ پیٹ بھاری نہ ہو جائے (رد المحتار ج ۵)

ہو، مکروہ تحریمی ہے۔ اور اتنا کھا لینا کہ لامحالہ ہیضہ ہو جائے۔ یا کسی نشہ کی چیز کا یا زہریلی چیز کا کھا لینا حرام ہے۔

کس طرح کھانا چاہیئے

اس کی تفصیل چھٹے رسالہ میں گذر چکی ہے مختصر یہ کہ پہلے ہاتھ دھوؤ۔ کلی کرو۔ پھر بسم اللہ پڑھ کر کھانا شروع کرو۔ دہنے ہاتھ سے کھاؤ۔ اپنے آگے سے کھاؤ چھوٹا لقمہ کھاؤ۔ زیادہ گرم کھانا نہ کھاؤ۔ روٹی پر پیالہ یا کوئی اور برتن نہ رکھو روٹی سے چاقو، چھری یا ہاتھ نہ پونچھو۔ رکابی یا پیالہ میں ہاتھ نہ جھٹکو۔ کھانے میں پھونک مت مارو۔ کم سے کم انگلیاں استعمال کرو۔ پورا ہاتھ مت سانو۔ ادب سے بیٹھو۔ تکیہ لگا کر یا پلوتھا مار کر نہ بیٹھو جس سے معلوم ہو کہ کھانے کے بہت حریص ہو۔ لیٹ کر یا کھڑے ہو کر کھانا پینا اسلامی تہذیب کے خلاف ہے۔ سونے یا چاندی کے برتنوں میں کھانا جائز نہیں۔ نمکین سے کھانا شروع کرو اور نمکین ہی پر ختم کرو۔ یہی مستحب[۲] ہے۔ برتن کو سنا ہوا مت چھوڑو۔ برتن کو صاف کرنا ثواب ہے۔ جب کھانا کھا چکو خدا کا شکر ادا کرو اور یہ دعا پڑھو۔ اَلْحَمْدُ لِلّٰہِ حَمْدًا کَثِیْرًا طَیِّبًا مُّبَارَکًا غَیْرَ مَکْفِیٍّ وَّلَا مُوَدَّعٍ غَیْرَ مُسْتَغْنًی عَنْہُ رَبَّنَا۔[۳]

---

[۱] ماخوذ از درمختار در دالمحتار وغیرہ [۲] ماخوذ از احیاء العلوم ورد المحتار [۳] ترجمہ: بے حد وبیشمار حمد و شکر اللہ تعالیٰ کے لئے ہے ایسا شکر جو نہایت عمدہ بابرکت ہو کبھی نہ ختم ہونیوالا اور نہ کبھی نظرانداز ہو سکنے والا۔ اے ہمارے پروردگار تیرے شکر سے کبھی بے نیازی نہیں برتی جا سکتی [۴] اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے اگر تم شکر کرتے رہو تو یقیناً میں بڑھاتا رہوں گا بس کھانے کے بعد یہ دعا اسی ارشاد کی تعمیل اور ترقی نعمت کے لئے حسن طلب ہے۔

پھر ہاتھ دھوؤ، ضرورت ہو تو صابن سے ہاتھ دھوؤ اور کلّی کرو۔ یہ ایسے ادب ہیں جن پر ہمیشہ عمل ہونا چاہیئے۔ خواہ تنہا کھاؤ یا دوسروں کے ساتھ۔

الگ الگ کھانا بھی جائز ہے۔ مگر بہتر یہ ہے کہ سب مل کر کھائیں۔ اس میں ثواب بھی ہے اور برکت بھی۔ آنحضرت صلّی اللہ علیہ وسلّم نے بھی اسی کو پسند فرمایا ہے۔ [1]

دوسروں کے ساتھ کھانا اگر دوسروں کے ساتھ کھانا کھا رہے ہو تو شروع کرتے وقت بڑوں کا انتظار کرو۔ اُن کے شروع کرنے کے بعد تم شروع کرو۔ اگر تم خود میرِ مجلس ہو تو دوسروں کو انتظار میں نہ رکھو۔ جیسے ہی کھانا آچکے بسم اللہ کر دو۔

(۲) کھانا کھاتے وقت خاموش رہنا بھی ٹھیک نہیں اور بیہودہ بکواس اور ہنسی مذاق بھی درست نہیں۔ علمی بات چیت یا بزرگوں کے تذکرہ سے مجلس کو دلچسپ بناؤ۔

(۳) اگر مہمان ہو تو اس کا خیال رکھو کہ تمہاری طرف سے نہ حرص کا اظہار ہو اور نہ بناوٹ ہو۔ یعنی یہ درست نہیں کہ اگر کھانا اچھا ہے تو زیادہ کھا جاؤ اور نہ یہ جائز ہے کہ یہ ظاہر کرو کہ کم خوراک ہو کم کھاتے ہو۔ جس قدر ضرورت ہو بے تکلّفی سے کھا لو۔ میزبان کو مجبور نہ کرو کہ وہ بار بار تمھیں کھانے کی تاکید کرے اور تم کھاؤ۔ یہ بھی ایک تکلّف اور

---

[1] تفصیل کے لئے دیکھو دینی تعلیم کا چھٹا رسالہ [2] یہ آداب احیاء العلوم سے ماخوذ ہیں۔

بناوٹ ہے۔ [1]

(۴) تم جب دسترخوان پر کھانا کھا رہے ہو اُس کی چیز آپس میں ایک دوسرے کو دے سکتے ہو۔ لیکن یہ مناسب نہیں کہ اُس کی چیز دوسرے دسترخوان والوں کو اُٹھا کر دے دو۔ [2]

(۵) جو شخص تمہاری پلیٹ میں شریک ہے اُس کا خاص طور پر خیال رکھو، تم کم کھاؤ، اُس کو زیادہ کھانے کا موقع دو۔ ایسا کوئی کام نہ کرو جس سے اُس کو اذیت ہو یا گھن آئے۔

(۶) اگر تمہارے یہاں کوئی مہمان ہو تو اُس کی پوری خاطر مدارات تمہارا فرض ہے۔ کھلانے پلانے کے علاوہ اُس کے اور معمولات [3] کا بھی خیال رکھو۔ ضرورتوں سے فراغت [4] کی جگہ بھی اُسے بتا دو۔

(۷) جب مہمانوں کے ساتھ کھانا کھاؤ تو جب تک مہمان فارغ نہ ہو جائیں تم کھانا بند نہ کرو۔ مہمان کی خاطر کچھ زیادہ بھی کھا لیا جائے تو کچھ مضائقہ نہیں۔ حدیث شریف میں ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم صرف اُس وقت شکم سیر [5] کھاتے تھے جب مہمانوں کے ساتھ کھانا ہوتا تھا۔ [6]

---

[1] نماز مجمع میں مختصر اور کم پڑھو اور تنہائی میں زیادہ۔ اور کھانا تنہائی میں کم اور مجمع میں بھر پیٹ (ماخوذ از احیاء العلوم) [2] بخاری شریف۔ ممکن ہے تمہارے ساتھیوں کو ناگوار گزرے یا میزبان کی مصلحت کے خلاف ہو (مصنف) [3] چائے تمباکو یا پان وغیرہ کا عادی ہو تو اس کا انتظام کرو۔ شب بیدار مہمان کے لئے ایسا بھی انتظام کر دو کہ نماز تہجد کے ادا کرنے میں اُس کو پریشانی نہ اٹھانی پڑے [4] یعنی پیشاب خانہ پاخانہ غسل خانہ وغیرہ بتا دو۔ نماز کی جگہ اور قبلہ کا رُخ بھی بتا دو۔ [5] شکم: پیٹ۔ سیر: بھر کر شکم سیر: پیٹ بھر کر [6] ما شبع رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم من خبز ولحم الا علیٰ ضفف شمائل ترمذی شریف

اگر تم کم خوراک ہو۔ یا زیادہ بھوک نہیں تو شروع میں آہستہ کھاؤ تاکہ آخر تک ساتھ دے سکو۔ مہمان نوازوں کا قاعدہ یہی ہے کہ ایک بزرگ شروع میں آہستہ آہستہ اور چھوٹے چھوٹے لقمے کھاتے تھے اور جب مہمان ہاتھ کھینچنے لگتے تھے تو اُس وقت پُوری مستعدی سے کھانا شروع کر دیتے تھے اور مہمانوں سے فرمائش کیا کرتے تھے کہ میرا ساتھ دو۔[۱]

(۸) اگر کھانے کئی قسم کے ہوں تو سب ایک ساتھ دسترخوان پر لگا دو ورنہ مناسب انداز میں مہمانوں کو بتا دو کہ وہ منشار کے مطابق کھا سکیں اور تمہاری محنت ٹھکانے لگے۔[۲]

(۹) کھانا کھانے والوں کو مت تاکو۔ یہ خیال تو ضرور رکھو کہ کسی کے سامنے سے کوئی چیز ختم تو نہیں ہوئی۔ لیکن اگر کسی کا طریقہ تمہیں پسند نہیں ہے تو اُس کو نظرانداز کرو۔ یہ تاڑتے رہنا کہ کس نے کتنا کھایا شرافت و مروت کے خلاف ہے۔

(۱۰) یہ پُورا خیال رکھو کہ جن کی دعوت کی ہے اُنھیں کو ساتھ لے جاؤ۔ اگر بے تکلفی کا موقع ہو اور کوئی تمہارے ساتھ وہاں پہنچ جائے تو پہلے صاحبِ خانہ سے اجازت لے لو۔ پھر اُس کو اندر لے جاؤ۔[۳]

---

[۱] احیاء العلوم باب آداب الطعام۔ سیدنا حضرت شیخ الاسلام مولانا سید حسین احمد صاحب مدنی رح کا طرزِ عمل بھی یہی تھا۔ [۲] امام غزالیؒ تحریر فرماتے ہیں کچھ بڑے لوگوں کا قاعدہ یہ ہے کہ وہ کھانوں کی فہرست لکھ کر مہمانوں کے سامنے پیش کر دیتے ہیں (احیاء العلوم جلد دوم باب آداب الطعام)۔ [۳] حضرت ابو اشعث رضی اللہ عنہ مدینہ منورہ کے ایک انصاری تھے۔ آپ نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم اور آپ کے ساتھ چار اصحاب کی دعوت کی جب آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم تشریف لے جانے لگے تو ایک صاحب اور بھی ساتھ ہو لئے جب آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم حضرت ابو اشعث رضی اللہ عنہ کے مکان پر پہنچے تو آپ نے پہلے اجازت لی پھر اُن کو اندر لے گئے (بخاری شریف) یہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا معاملہ ہے اپنے ایک اُمتی کے ساتھ۔

صاحب خانہ کی اجازت کے بغیر کھانا یا کسی کو کھلانا قطعاً ناجائز ہے۔

(۱۱) کھانے پینے اور کھلانے پلانے میں نام و نمود اور شہرت یا حد سے بڑھ جانا درست نہیں، ناجائز اور حرام ہے۱؎

کھانا کہاں کھانا چاہیئے

ایسے شخص کی دعوت ضرور قبول کرو جس کی کمائی حلال اور پاک ہو۔ اگر وہ غریب ہے تو اُس کا حق اور بھی زیادہ ہے۔ انکار کرنے میں اُس کا دل ٹوٹے گا۔ اگر تمہارا روزہ ہے تب بھی اُس کے یہاں ضرور جاؤ اور وہاں جا کر معذرت کر دو اور اُس کا دل رکھنے کے لئے نفل روزہ توڑ بھی سکتے ہو۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم ایسے غریبوں کی دعوت بڑے شوق سے قبول فرماتے تھے۔ مدینہ کے آخری کنارہ تک پاپیادہ تشریف لے جاتے اور بے تکلفی سے کھانا تناول فرماتے۔

۱؎ کیونکہ یہ ایک قسم کا غرور و فخر اور ایک قسم کا فضول خرچی ہے جو جائز نہیں۔ اللہ تعالیٰ نے ایسے فضول خرچوں کو شیطان کا بھائی فرمایا ہے۔ قال اللہ تعالیٰ ولا تبذر تبذیرا ان المبذرین کانوا اخوان الشیاطین

۱؎ ایک غریب درزی نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی دعوت کی۔ آپ وہاں تشریف لے گئے۔ درزی صاحب نے بڑے شوق سے اپنے مقدور بھر کھانا پکایا۔ جو کی روٹی، کدو کے ٹکڑے گوشت میں پکا کر ڈالا۔ حضرت انس رضی اللہ عنہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ گئے تھے۔ حضرت انس کا بیان ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم بڑے شوق اور بے تکلفی سے کدو کے ٹکڑے ڈھونڈھ ڈھونڈھ کر تناول فرماتے تھے۔ حضرت انس رضی اللہ عنہ کو جب معلوم ہوا کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو کدو سے رغبت ہے پھر آخر تک حضرت انس نے کدو کو مرغوب رکھا اور بڑے شوق سے کھاتے رہے۔ (بخاری شریف)

البتہ دولت مندوں کی دعوت دیکھ بھال کر منظور کرو۔ اپنی خودداری کو کسی وقت بھی ہاتھ سے نہ جانے دو۔[1]

کھانا کہاں نہیں کھانا چاہیئے بازار میں سڑک کے کنارے چلتے پھرتے اور ایسے موقع پر جہاں کھانا معیوب سمجھا جاتا ہو، یا ایسی جگہ جہاں اُٹھنا بیٹھنا تہذیب و شرافت کے خلاف ہو کھانا مت کھاؤ۔

لباس و پوشاک اللہ تعالیٰ نے کسی جاندار کو پَر دیئے اور کسی کو بال۔ انسان کے بدن پر نہ پَر ہیں نہ بال نہ ایسے بال جو گرمی یا سردی سے بچا سکیں۔ البتہ اللہ تعالےٰ نے انسان کو عقل اور سمجھ دی ہے اُس کو ایسے ہاتھ اور انگلیاں دیں جن سے وہ سوت کات سکے۔ کپڑا بُن سکے اور اپنی ضرورت کے سامان تیار کر سکے۔ جانوروں کی کھال، اُن کے پَر اور بال، درختوں کی چھال۔ کپاس اور ریشم کے کیڑے۔ سب اُس کے لئے مباح کر دیئے کہ اُن کو اپنے کام میں لائے۔[2]

پھر کاتنے بُننے، کاڑھنے اور سینے کے طریقے بتا دیئے، کچھ باتیں اللہ تعالےٰ

[1] اگر یقین ہو کہ اس کی دولت حرام کمائی سے ہے تو یقینی طور پر معذرت کر دو ایسے ہی (اگر اس کی کمائی مشتبہ ہو تو بہتر یہی ہے کہ معذرت کر دو۔ لیکن اس کا خیال رکھو کہ (۱) معذرت ایسے انداز سے کرو کہ اس کی دل شکنی نہ ہو (۲) تمہاری طرف سے زہد و تقویٰ کا اظہار نہ ہو (۳) اور کسی سے مال کے متعلق ایسے انداز سے تحقیق اور پوچھ گچھ بھی نہ کرو کہ اگر وہ سُن لے تو اُس کا دل دُکھے کیونکہ اس صورت میں اُلٹا خود تمہارے اوپر ہوگا (احیاء العلوم وغیرہ)، [2] سخر لکم ما فی السمٰوات وما فی الارض جمیعا منہ۔ وطن لا فسحۃ لبوس لکم ...

نے نبیوں کو بتائیں۔ کچھ کام کرنے والے دستکاروں کو سمجھائیں۔ ہوتے ہوتے نوبت یہاں تک پہونچی کہ بڑھیا سے بڑھیا کپڑے بُنے جانے لگے۔ زرق برق بھڑک دار اور ٹھاٹ دار کپڑے تیار ہونے لگے۔

اللہ کے نیک اور بُردبار بندوں نے سادگی اور ستھرائی پسندی اور بہادر لوگوں نے موٹی قسم کے مضبوط کپڑے منتخب کیے۔ چھچھوری طبیعت کے شوخ مزاج۔ شوخ رنگ بھڑک دار کپڑوں پر ریجھے۔ دولت مند امیر رئیس اور بادشاہ جو اپنی امیری اور اپنی بڑائی جتانا چاہتے تھے، اُن کو بڑھیا کپڑے بھائے۔ امیر اور غریب کی صورت اللہ تعالیٰ نے ایک سی بنائی تھی صورت سے امیری اور غریبی کی پہچان مشکل تھی تو متکبر امیروں اور مغرور بادشاہوں نے بڑھیا اور بیش قیمت کپڑے پہن کر غرور اور گھمنڈ کا مظاہرہ شروع کر دیا[۵] تاکہ لوگ اُن کو بڑا آدمی سمجھیں، اُن کے رعب میں آئیں اور اُن کے سامنے ہاتھ باندھ کر کھڑے ہوں۔

---

[۱] وعلمناہ صنعۃ لبوس لکم الآیۃ۔ [۲] قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم الا تسمعون الا تسمعون ان البذاذۃ من الایمان۔ ابوداؤد شریف کتاب الرجل [۳] قال اللہ تعالیٰ خذوا زینتکم عند کل مساجد۔ وقال عزوجل۔ قل من حرم زینۃ اللہ التی انزلھا لعبادہ الآیۃ۔ وقال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ان اللہ طیب یحب الطیب نظیف یحب النظافۃ الخ ترمذی۔ جمع الفوائد۔ باب الحلی والطیب [۴] سونا چاندی سب سے زیادہ قیمتی چیزیں ہیں اُن کے تار دار کر زربفت اور زردوزی کپڑے عمدہ عمدہ کامدانیاں بنوائیں اس پر بھی صبر نہ آیا تو ہیرے اور جواہر بھی ٹکوائے۔ یہ سب مالداری کا غرور اور دولت کا مظاہرہ ہے۔

عورتیں کمزور اور نازک[1] ہوتی ہیں۔ سیرت سے زیادہ اُن کی صُورت پسند کی جاتی ہے۔ اُن کو اپنے ہی جیسے کپڑے اچھے معلوم ہوئے۔ غرض لباس کی کئی قسمیں ہوگئیں۔

(۱) اچھے اور بُردبار لوگوں کا لباس۔

(۲) محنت کش بہادروں کا لباس۔

(۳) شہدوں اور آوارہ لوگوں کا لباس۔

(۴) مغرور اور متکبر امیروں اور بادشاہوں کا لباس۔

(۵) عورتوں کا لباس۔

(۶) بچوں کا لباس۔

اور اس طرح ظاہری پوشاک دل کے بھیدوں کا پتہ دینے لگی۔ اسلام نیکی، بہادری، محنت، جفاکشی، صفائی اور سُتھرائی پسند کرتا ہے۔ لہٰذا وہ ایسے ہی لباس کی تعلیم دیتا ہے جس سے نیکی اور بُردباری معلوم ہو۔ بہادری اور جفاکشی ٹپکے طبیعت کی پاکیزگی اور صفائی جھلکتی ہو[2]

ایسا لباس جس سے غرور ٹپکتا ہو۔ آوارگی اور شہدہ پن ظاہر ہو۔ اسلام کی نظر میں معیوب ہے۔ پس دیکھو۔

(۱) ریشم یا سونے چاندی کے تاروں کے بنے ہوئے کپڑے یا جوتے

---

[1] یعنی نازک۔ دل لُبھانے والے رنگین پھُول بوٹے دار تین کو زنانہ کپڑے کہا جاتا ہے۔

[2] قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم۔ ان اللہ طیب یحب الطیب نظیف یحب النظافۃ (ترمذی) اور قال صلی اللہ علیہ وسلم ان اللہ جمیل یحب الجمال (مسلم شریف ترمذی وغیرہ جمع الفوائد باب الکبر والریا والکبائر)

یا ٹوپی مت پہنو۔ یہ مردوں کے لئے حرام ہیں۔[1]

فضول خرچ امیر جو اپنی دولت کی نمائش کر کے غریبوں پر اپنی بڑائی جتاتے ہیں، اپنے کو بڑا اونچا اور غریبوں کو ذلیل و حقیر سمجھتے ہیں وہ ایسا لباس پہنا کرتے ہیں۔ اسلام فروتنی اور تواضع کی تعلیم دیتا ہے۔ اسلام نے تکبر اور غرور حرام دیا ہے۔[2]

لہٰذا ایسا لباس بھی حرام کر دیا ہے جس سے غرور اور تکبر ٹپکے۔

« حضرت عتبہ » فوج کے افسر تھے۔ حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ نے ایک مرتبہ اُن کو لکھا: " عتبہ! تمہاری یہ افسری، اور یہ حکومت، تمہارے ماں باپ کی میراث نہیں، نہ تمہاری یا اُن کی محنت و مشقت کا پھل ہے (یہ تو اللہ کا انعام ہے) پس دیکھو جو کچھ تم اپنے خیمے میں کھاؤ وہی سب کو اُن کے خیموں

---

[1] صرف چار انگل کی برابر جائز ہے یعنی صافہ کا پلہ۔ چادر کا حاشیہ۔ آستین کے کنارہ پر یا چوغے یا ٹوپی پر چار انگل یا اس سے کم ریشمی یا زردوزی کا کام ہو تو اس حد تک مضائقہ نہیں، اس سے زیادہ جائز نہیں (رد المحتار وغیرہ) [2] حدیث قدسی میں ہے کہ اللہ تعالیٰ نے ارشاد فرمایا: عظمت اور بڑائی میری چادر ہے۔ جو بڑائی جتاتا ہے وہ میری چادر چھیننے کی کوشش کرتا ہے (ظاہر ہے کہ اس سے بڑھ کر گستاخ کون ہو سکتا ہے جو ایسی چیز چھیننا چاہے جو اللہ تعالیٰ کے لئے مخصوص ہے (مسلم شریف وغیرہ) آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا جس کے دل میں رائی کے دانہ کے برابر نخوت و غرور ہو وہ جنت سے محروم رہیگا (مسلم و ترمذی وغیرہ) نیز ارشاد ہوا جو شخص دنیا میں شہرت کا لباس پہنتا ہے تاکہ لوگ حیرت سے دیکھیں اور اس کو فخر کرنے اور بڑائی مارنے کا موقع ملے تو قیامت کے دن اللہ تعالیٰ اس کو ایسا لباس پہنائیگا جس سے اس کی ذلت اور رسوائی کی شہرت عام ہو جائے گی (ابوداؤد شریف ابواب اللباس)

میں کھلاؤ۔ اور دیکھو عیش میں مت پڑو۔ عیش پرست مشرکوں کی وضع اختیار مت کرو۔ ریشمی لباس نہ پہنو۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے ریشمی لباس پہننے سے منع فرمایا ہے۔ صرف ایک دو انگل زیادہ سے زیادہ چار انگل تک اجازت دی ہے [1]

(۲) بڑے بڑے سنہری یا روپہلی بوٹوں والا زربفت۔ کامدار یا ریشمی کشیدہ کے کام کا کپڑا جس کا کام ایسا گھنا ہو کہ ذرا دور سے اگر دیکھا جائے تو سب کام ہی کام معلوم ہو، کپڑا دکھائی نہ دے مردوں اور لڑکوں کے لئے حرام ہے۔ کامدار ٹوپی، جوتے اور رضائی کا بھی یہی حکم ہے البتہ اگر کام چھیدا ہو یا صرف کناروں پر چار انگل سے کم کام ہو تو وہ جائز ہے۔

(۳) سوت کے مہین کپڑے جن میں بدن جھلکے عورتوں کے لئے ناجائز ہیں۔ مردوں کے لئے بھی مناسب نہیں۔ صحابۂ کرام [2] ایسے مہین کپڑوں کو فاسقوں اور بازاری آدمیوں کا لباس کہا کرتے تھے۔

(۴) مردوں کے لئے عورتوں کا لباس اور وضع قطع اور عورتوں کے لئے مردوں کا لباس اور وضع قطع بے محل اور غیر موزوں ہے۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے ایسی عورتوں اور مردوں پر لعنت بھیجی ہے [3]

بچوں کو شروع ہی سے سدھایا جائے تب وہ جوان ہو کر اسلامی

---

[1] الستۃ الا مالکا۔ جمع الفوائد۔ کتاب اللباس والزینۃ رواہ ابوعثمان النہدی قال کتب الینا عمر ونحن باذربیجان مع عتبۃ بن فرقد الحدیث [2] انظروا الی امیرنا ہذا علیہ ثیاب الفساق (ابو بلال، ترمذی، منتخب فی الخلفاء جزء ۱) [3] ابوداؤد شریف (جمع الفوائد)

تہذیب اور اسلامی اخلاق اختیار کر سکتے ہیں۔ لہذا جو بڑوں کے لئے ناجائز ہے وہ بچوں کے لئے بھی منع ہے [1]

(۵) لانبے لانبے پائنچے جن سے ٹخنے ڈھک جائیں، اتنی نیچی لنگی یا تہ بند جس سے ٹخنے چھپ جائیں یہ بھی فضول خرچی ہے۔ ایسے ہی امیروں کی وضع ہے جن کے دماغ میں گھمنڈ ہوتا ہے، آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے مردوں کو ایسے لباس سے سختی سے ممانعت فرمائی ہے۔ ارشاد فرمایا کہ ایسا شخص اللہ تعالیٰ کی نظر لطف سے محروم رہے گا۔

(۶) فرض یہ ہے کہ ستر چھپاؤ اور گرمی سردی سے جان کی حفاظت کرو۔ [3] سنت [4] یہ ہے کہ موٹی قسم کے صاف ستھرے کپڑے پہنو جن سے سر بدن

---

[1] درمختار وغیرہ۔ بچوں کو ناجائز اور ممنوع لباس پہنانے کا گناہ پہنانے والوں پر ہوگا۔
[2] صحاح۔ البتہ عورتوں کو اتنا نیچا کپڑا پہننا چاہئے جس سے ٹخنے ڈھک جائیں کیونکہ اگر نماز میں عورتوں کے ٹخنے کھلے رہے تو نماز نہیں ہوگی۔ ترمذی شریف [3] اعلم ان الکسوۃ منہا فرض وہو ما یستر العورۃ ویدفع الحر والبرد (ردالمحتار فصل فی اللبس ج۵) [4] آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم اور صحابہ کرام کے کپڑے اون یا سوت کے ہوتے تھے۔ چنانچہ اون یا سوت یا کتان کے کپڑے بھی اولیٰ و افضل ہیں (ردالمحتار) آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے سپید رنگ پسند فرمایا ہے۔ ارشاد ہوا۔ سپید کپڑے پہنو اور کفن بھی سپید کپڑوں کا بناؤ۔ (صحاح) فتح مکہ کے روز آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سیاہ عمامہ باندھے ہوئے تھے۔ لہذا یہ دو رنگ مستحب ہیں۔ سبز لباس کو بھی سنت قرار دیا گیا ہے۔ کپڑا درمیانی قسم کا ہو، نہ بیش قیمت نہ بہت گھٹیا اور اگر خدا نے دولت دی ہے تو ایسا لباس بہتر ہے جس سے خدا کی نعمت کا اظہار ہو تاکہ ضرورت مند اپنی ضرورت تمہارے سامنے بیان کر سکیں مگر شرط یہ ہے کہ دل میں غرور نہ پیدا ہو۔ یعنی طبیعت کا جو انداز پہلے تھا وہی اس کپڑے کے پہننے کے بعد رہے۔ دل میں بڑائی نہ آئے (ردالمحتار۔ فصل فی اللبس)

اور ٹخنوں سے اوپر تک ٹانگیں ڈھک جائیں۔ اور عورتوں کو چہرہ ہتھیلیاں اور پیروں کے تلوؤں کے علاوہ سارا بدن اور سر کے بال چھپانے بھی ضروری ہیں اور باہر جاتے وقت اُن کو بھی چھپا لینا چاہیئے۔

(۷) گھٹنے کھُلا نیکر یا جانگیا جائز نہیں ہے [۱]۔

(۸) زعفران یا کسم کا رنگا ہوا بھڑکدار یا شوخ رنگ سرخ، بُردباری اور سنجیدگی کے خلاف ہیں۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے مردوں کے لئے ایسے رنگدار کپڑوں کو بھی پسند نہیں فرمایا۔

(۹) پیوند کو عیب مت سمجھو۔ صحابہ کرام اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے کپڑوں میں پیوند ہوا کرتے تھے۔ جن دو کپڑوں [۲] میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی وفات ہوئی وہ پیوند لگے ہوئے تھے۔ لیکن اگر خدا نے تمہیں گنجائش دی ہے تو پُرانا کپڑا ضرورت مندوں کو دیدو۔ نیا کپڑا تم استعمال کرو۔ تاکہ خدا کے احسان و انعام کا اظہار بھی ہو اور اس کا شکر بھی ادا ہو۔ [۳]

(۱۰) یہ بات ہمیشہ یاد رکھو کہ ناجائز اور حرام کمائی کے بڑھیا کپڑے سے وہ گھٹیا، پیوند لگا کپڑا ہزار درجہ بہتر ہے جو پاک کمائی کا ہو جسکو پہنکر اللہ یاد آتا ہو۔

(۱۱) اور دیکھو جائز یہ بھی ہے کہ تم دنیا داروں کا لباس پہن کر دین دار بنو، لیکن بہتر یہ ہے کہ دل سے اللہ والے رہو اور لباس سے دیندار۔ تاکہ ظاہر اور باطن ایک سا رہے۔

---

[۱] کیونکہ گھٹنے ستر میں داخل ہیں [۲] ایک موٹے اُون کا کمبل جس کو ملبد کہا جاتا تھا۔ ایک تہ بند جو موٹے قسم کے یمنی کپڑے کا تھا (بخاری ترمذی ابوداؤد وغیرہ) [۳] جمع الفوائد بحوالہ قزوینی۔ آخر آداب اللبس والہیئۃ۔

(۱۲) کپڑا یا جوتا۔ پہلے داہنی طرف پہنو۔ اور جب نکالنا ہو تو بائیں طرف کا پہلے نکالو۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی تعلیم یہی ہے۔ [۱]

(۱۳) کپڑے کی جو وضع ہو اُس کو ویسے ہی پہنو۔ خلاف وضع کپڑا پہن کر نماز پڑھنا مکروہ ہے اور بازار وغیرہ میں گھومنا پھرنا۔ یا ایک پیر ننگا اور ایک پیر میں جوتی ڈال کر گھومنا اپنا مذاق بنوانا ہے۔ یہ درست نہیں۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے اس سے بھی منع فرمایا ہے۔ [۲]

(۱۴) جب نیا کپڑا پہنو تو یہ دعا پڑھو۔

اَلْحَمْدُ لِلّٰهِ الَّذِیْ کَسَانِیْ هٰذَا الثَّوْبَ وَرَزَقَنِیْهِ مِنْ غَیْرِ

شکر اُس خدا کا جس نے پہنایا مجھ کو یہ کپڑا اور عطا فرمایا مجھ کو بغیر

حَوْلٍ مِّنِّیْ وَ قُوَّةٍ [۳]

میری طاقت اور قوت کے

زیورات تمہارا زیور علم اور عمل ہے۔ سونے چاندی سے صورت سجتی ہے۔ سیرت خراب ہوتی ہے۔ تم اچھے اخلاق سے سیرت سجاؤ۔ دُنیا تم سے محبت کرے گی۔ اللہ تعالیٰ کے یہاں قدر بڑھے گی۔ سونا چاندی قیمتی چیزیں ہیں۔ اُن کو قیمتی کاموں میں لگاؤ۔ غریبوں کی

---

[۱] صحاح۔ [۲] قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اذا انتعل احدکم فلیبدأ بالیمین واذا خلع فلیبدأ بالشمال ولا یمشی احدکم فی نعل واحدۃ لیحفهما جمیعًا او لینعلهما جمیعًا (صحاح جمع الفوائد آداب اللبس) [۳] ابوداؤد شریف۔ مطلب یہ ہے کہ اس کے حاصل کرنے میں جو قوت وطاقت صرف ہوئی وہ بھی میری نہیں بلکہ اللہ ہی کی عطا کی ہوئی نعمت ہے

امداد کرو۔ اپنا کاروبار بڑھاؤ۔ قومی اور مذہبی کاموں میں دل کھول کر خرچ کرو۔ یہ قیمتی کام ہیں جن کی دنیا میں بھی قدر ہے اور اللہ کے یہاں بھی۔ زیور یا برتن جیسی آرائشی چیزیں بنا کر سونے چاندی جیسی کام کی چیز کو بیکار مت کرو۔ چنانچہ یہ جائز نہیں کہ سونے چاندی کے برتن استعمال کرو[1] یا زیور پہنو۔ صرف چار ماشہ وزن کی چاندی کی انگوٹھی پہن سکتے ہو، وہ بھی زیور کے طور پر نہیں بلکہ ضرورت کے طور پر۔ ہاں عورتوں کو سونے چاندی کے زیوروں کی اجازت دی گئی ہے۔ بشرطیکہ باقاعدہ زکوٰۃ ادا کرتی رہیں۔ ورنہ مرنے کے بعد سونے چاندی کے بجائے آگ کا زیور اُن کو پہنایا جائے گا۔[2]

حضرت فاطمہ رضی اللہ عنہا آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی سب سے چھوٹی اور سب سے زیادہ چہیتی صاحبزادی تھیں۔ محبت اور شفقت کا یہ عالم تھا کہ جب آپ سفر سے واپس آتے تو سب سے پہلے حضرت فاطمہؓ کے یہاں تشریف لے جاتے اور سفر میں تشریف لے جاتے وقت سب کے بعد حضرت فاطمہؓ سے مل کر روانہ ہوتے۔ ایک روز آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے اُن کے

---

[1] سونے چاندی کے برتنوں کا استعمال مردوں کے لئے بھی حرام ہے اور عورتوں کے لئے بھی۔ سونے چاندی کے چمچے سے کھانا۔ پینا۔ سونے چاندی کے قلم یا دوات سے لکھنا۔ خلال سے دانت صاف کرنا یا گلاب پاس سے گلاب چھڑکنا۔ سرمہ دانی یا سلائی سے سرمہ لگانا۔ عطر دان سے عطر لگانا یا خاصدان میں پان رکھنا۔ سونے چاندی کی پیالی سے تیل لگانا۔ جس پلنگ کے پائے چاندی کے ہوں اُس پر لیٹنا بیٹھنا۔ جس آئینہ پر سونے چاندی کا کیس ہو اُس میں چہرہ دیکھنا یہ سب ناجائز اور حرام ہے [3] عید کے موقع پر صدقۂ فطر اور بقر عید پر قربانی کرتی رہیں [2] نسائی شریف صـ۰ و ردالمحتار۔

پاس سونے کا ہار دیکھا۔ کہیں سے حضرت علی رضی اللہ عنہ نے لاکر دیا تھا۔ فرمایا۔ بیٹی کیا یہ اچھی بات ہے کہ لوگ یہ کہیں کہ دختر رسول اللہ کے گلے میں آگ کا ہار ہے۔ حضرت فاطمہؓ نے جیسے ہی یہ الفاظ سُنے فوراً ہار فروخت کرادیا اور اُس کی قیمت سے ایک غلام خرید کر راہِ خدا میں آزاد کر دیا۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو اس کی خبر ہوئی تو فرمایا الحمد للہ خدا نے فاطمہؓ کو آگ سے نجات دی۔ [۱]

حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کے پاس ایک مرتبہ سونے کے کنگن تھے فرمایا بہتر یہ ہے کہ چاندی کے بنوالو اور اُن پر زعفران کا رنگ کرلو۔[۲]

وضع قطع

فوجی فوجیوں کی شکل بناتے ہیں، سادھو، سادھوؤں کی، سرکار کے وفادار سرکاری آدمیوں کی وضع قطع اختیار کرتے ہیں، تم رسولِ خدا صلی اللہ علیہ وسلم کے وفادار ہو۔ رسولِ عربی صلی اللہ علیہ وسلم کی وضع اختیار کرو۔

آقائے دوجہاں، محبوب رب العالمین صلی اللہ علیہ وسلم نے ہمیشہ داڑھی رکھی، مونچھیں کٹائیں۔ اسی کا مسلمانوں کو حکم فرمایا۔[۳] تم بھی اپنے آقا کے طریقہ

---

۱ نسائی شریف بحوالہ جمع الفوائد۔ ابوداؤد شریف کی روایت ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت فاطمہ کو ہڈی کے ہار منگوادیئے اور ایسے ہی ہاتھ میں پہننے کے کنگن۔ ان روایتوں سے معلوم ہوتا ہے کہ عورتوں کے لئے بھی زیور پسندیدہ نہیں ہے۔ بہت سے بہت چاندی کا زیور پہن لیں۔

۲ نسائی شریف بحوالہ جمع الفوائد ۳ مسلم اور بخاری شریف وغیرہ کی صحیح السند حدیث کا مفہوم یہ ہے کہ مونچھیں کٹاؤ، داڑھی بڑھاؤ اور مشرکوں کے برخلاف شکل اختیار کرو۔

طریقہ پر عمل کر کے مولا کے سچے وفادار بنو۔[1]

اللہ تعالیٰ نے مردوں اور عورتوں میں فرق کیا ہے، تم اس فرق کو مٹانے کی کوشش مت کرو۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے ان عورتوں پر جو مردوں کی شکل بناتی ہیں، ان مردوں پر جو قدرتی فرق کو مٹانا چاہتے ہیں لعنت فرمائی ہے[2] (معاذ اللہ) دیکھو اللہ اور رسول کی لعنت سے بچو۔

سر کے بال عورتوں کے لئے ضروری ہیں ان کو منڈانا یا کٹانا جائز نہیں۔ البتہ مردوں کو اختیار ہے کہ سر پر بال رکھیں یا کٹوائیں یا منڈوائیں لیکن یہ درست نہیں کہ کچھ کٹوائیں اور کچھ منڈوائیں۔ اگر سر پر بال رکھو تو ان کو صاف رکھو تیل لگاتے رہو۔ کنگھی کرتے رہو۔ یہ درست نہیں کہ بال بکھرے ہوئے ہوں۔ گرد سے اَٹے ہوں جنگلیوں کی شکل بنائے رکھو۔[3]

---

[1] کچھ گناہ ایسے ہوتے ہیں جو تھوڑی دیر کے ہوتے ہیں، کچھ گناہ زیادہ دیر کے، داڑھی کٹانا یا منڈانا ایسا گناہ ہے جو شب و روز مسلسل لگا رہتا ہے۔ یعنی ایک گناہ تو یہ ہے کہ داڑھی کٹائی یا منڈائی دوسرا گناہ یہ ہے کہ خلافِ سنت صورت بنائی۔ یہ گناہ مسلسل باقی رہے گا اور جب تک داڑھی سنت کے موافق نہ ہو، خلافِ سنت صورت بنانے کا گناہ شب و روز بلکہ ہر آن اور ہر لمحہ دامن گیر رہے گا (معاذ اللہ) [2] صحاح جمع الفوائد وغیرہ [3] آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم مسجد میں تشریف فرما تھے۔ ایک صاحب آئے سر اور داڑھی کے بال بکھرے ہوئے۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے بالوں کو درست کرنے کا اشارہ فرمایا۔ وہ شخص گیا، بالوں کو درست کر کے ایک مہذب اور سنجیدہ شکل بنا کر واپس آیا۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا۔ دیکھو وہ جو تم چلے آ رہے تھے بال بکھرے ہوئے جیسے بھوت ہو، کیا اس سے یہ شکل بہتر نہیں۔ مالک۔ جمع الفوائد الشعر من الراس واللحیہ۔

اللہ تعالیٰ جمیل ہے. جمال کو پسند کرتا ہے[1]. تم دین داروں کا جمال اختیار کرو۔ دنیا داروں کا فیشن مت سیکھو۔

نیک اور دین دار لوگ جمال اس لئے اختیار کرتے ہیں کہ اللہ خوش ہو۔ رسول اللہ راضی ہوں۔ اللہ والوں سے مشابہت اور فرشتوں سے مناسبت ہو۔ دنیاداروں کا فیشن عیش پرستی کے لئے ہوتا ہے۔ یا تکبر غرور اور گھمنڈ کے لئے۔ یہ سب چیزیں حرام ہیں۔

دین داروں کا جمال یہ ہے کہ (۱) سر پر بال ہوں تو صاف ہوں۔ بکھرے ہوئے نہ ہوں۔ قاعدے سے جمے ہوئے ہوں۔ بیچ میں مانگ نکلی ہوئی ہو۔ خوشبو اگر میسر ہو تو خوشبو سے معطر ہوں۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو خداوند عالم نے قدرتی خوشبو عطا فرمائی تھی

---

[1] آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا جس شخص کے دل میں ایک حبہ کی برابر بھی غرور ہو گا وہ جنت میں نہیں جائے گا۔ ایک صحابی نے عرض کیا یا رسول اللہ کسی شخص کو اچھے کپڑوں اور اچھے جوتوں کا شوق ہے۔ وہ یہ چاہتا ہے کہ اس کے کپڑے۔ جوتے وغیرہ اچھے ہوں۔ فرمایا یہ تکبر نہیں۔ یہ تو جمال ہے اللہ تعالیٰ خود جمیل ہے اس کو جمال پسند ہے۔ تکبر اور غرور تو یہ ہے کہ سچائی کے مقابلہ میں اکڑ جاؤ اور گوارا نہ کرو کہ تمہاری بات نیچی ہو اور لوگوں کو حقیر سمجھو۔ مسلم و ترمذی شریف وغیرہ۔ پس اگر عمدہ لباس پہن کر یہ جذبہ پیدا ہوتا ہے کہ دوسروں کو حقیر سمجھنے لگو اور اپنی بات کو اونچا رکھنا چاہو تو بے شک یہ لباس غرور کا ذریعہ ہوگا۔ یہ حرام ہے اور اگر محض شوق پورا کرنا ہے تو جائز ہے اور اگر یہ نیت ہے کہ اللہ تعالیٰ کی نعمت کا اظہار ہو اور تمہارے اچھے کپڑے دیکھ کر ضرورتمند اپنی ضرورت پیش کر سکیں اور تم ان کو پورا کرو تو اس صورت میں اچھا لباس پہننے میں ثواب ملے گا۔

آپ کے پسینہ میں مشک و عنبر سے بہتر خوشبو آتی تھی۔ تب بھی آپ سر مبارک اور بالوں کی مانگ پر مشک وغیرہ خوشبو لگایا کرتے تھے۔

(۲) آنکھوں میں سُرمہ ہو۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم روزانہ رات کو سوتے وقت سُرمہ لگایا کرتے تھے۔ تین سلائی ایک آنکھ میں۔ تین سلائی دوسری آنکھ میں [۱]

(۳) مونھ اور دانت صاف ہوں۔ مسواک ہوتی رہے، مونھ سے بُو نہ آئے

(۴) داڑھی ایک مشت ہو۔ مونچھیں کٹی ہوئی ہوں۔ لبیں بڑھی ہوئی یا داڑھی پھیلی ہوئی گرد آلود نہ ہو۔

(۵) ناک صاف ہو۔ ناک کے بال آگے نکلے ہوئے نہ ہوں۔

(۶) ناخن بڑھے ہوئے نہ ہوں۔

آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا۔ دس چیزیں انسانی فطرت میں داخل ہیں۔ اللہ کے تمام رسول اور نبی اُن کو عمل میں لاتے رہے۔

مسواک[۱]۔ کلی[۲]۔ ناک میں[۳] پانی دینا۔ انگلیوں[۴] کو۔ انگلیوں کے پوروں اور جوڑوں کو صاف رکھنا۔ مونچھیں[۵] کٹوانا۔ داڑھی[۶] بڑھانا۔ ناخن[۷] کٹوانا۔ بغلوں[۸] کے بال نوچنا۔ ختنہ[۹]۔ ناف[۱۰] کے نیچے کے بال صاف کرنا۔ [۲]

دیکھو یہ درست نہیں کہ ہر وقت بناؤ سنگار کرتے رہو۔ شیشے کے سامنے کھڑے رہو۔ یہ زنانوں کا کام ہے اور یہ بھی درست نہیں کہ بال خشک ہوں، بکھرے ہوئے۔ لبیں اور ناخون بڑھے ہوئے۔ درمیانی

---

[۱] ترمذی شریف [۲] مسلم شریف اصحاب السنن۔

حالت اختیار کرو۔ چنانچہ دن رات میں ایک مرتبہ بال درست کرو۔[1] سُرمہ ایک مرتبہ لگاؤ۔ جب مجلس میں جاؤ تو مسواک کرو۔ بال اور کپڑے درست کرو۔ ہفتہ میں ایک مرتبہ لبیں درُست کراؤ۔ ناخن کٹواؤ۔ زیادہ سے زیادہ چالیس دن تک اجازت ہے۔ اس سے زیادہ کی اجازت نہیں[2]

اُترے ہوئے بال اور ترشے ہوئے ناخون۔ پاخانہ یا غسل خانہ میں مت ڈالو۔ کہیں علیحدہ کنارے پر ڈالو اور بہتر یہ ہے کہ زمین میں دبادو۔[3]

مکان اور گلی کوچے نہیں اونچی اونچی بلڈنگیں اور عالی شان محل اچھے معلوم ہوتے ہیں۔ تم سمجھتے ہو کہ ملک اور قوم کی ترقی اسی میں ہے۔ لیکن یہ سراسر دھوکہ ہے۔ اصل ترقی یہ ہے کہ علم ہو، عمل ہو، عمدہ اخلاق ہوں، ہمت و جرأت ہو، روزگار ہو،

---

[1] دن رات میں ایک مرتبہ سے زیادہ کنگھی کرنے سے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے ممانعت فرمائی ہے (نسائی شریف) اور دوسری روایت میں ہے کہ بلا ناغہ کنگھی کرنے سے ممانعت فرمائی ہے (سنن) مختصر یہ کہ ضرورت کے مطابق کنگھی ہونی چاہیئے، محض شوقیہ بناؤ سنگار درست نہیں۔ واللہ اعلم

[2] ہر ہفتہ نہا دھو کر ناف سے نیچے اور بغل وغیرہ کے بال دور کر کے بدن کو صاف ستھرا کرنا مستحب ہے۔ ہر ہفتہ نہ ہو تو پندرھویں دن سہی، زیادہ سے زیادہ چالیس دن۔ اس سے زیادہ کی اجازت نہیں اگر چالیس دن گذر گئے اور بال صاف نہ کئے گنگار ہوگا۔ مسلم شریف وغیرہ [3] ردالمحتار۔ جو بال غسل خانہ میں صاف کئے جاتے ہیں دوسرے شخص کو ان کا دیکھنا درست نہیں۔ لہٰذا فوراً ہی بہادینا چاہیئے یا کہیں چھپا کر ڈال دینا چاہیئے۔ یہ بھی یاد رکھو کہ بدن کے جس حصّہ کا دیکھنا ناجائز اور حرام ہے وہ اگر بدن سے جُدا ہو جائے تب بھی اُن کا دیکھنا ناجائز اور حرام ہی رہیگا ردالمحتار وغیرہ کتاب الحظر والاباحۃ

آسودگی ہو۔

اسلام کی تعلیم یہ ہے کہ تمام انسان ایک مرد اور ایک عورت کی اولاد ہیں۔ پس ان سب میں بھائیوں جیسی یکسانیت اور مساوات ہونی چاہیئے۔ ایک طرف یہ کنگالی کہ رہنے کو جھونپڑا بھی نصیب نہ ہو، دوسری طرف یہ فرعونیت کہ محل کے اونچے گنبد آسمان سے باتیں کر رہے ہوں۔ یہ شان و شوکت نہیں بلکہ انسانیت کے چہرہ کا پھوڑا ہے۔ اسلام نے ان کو پسند نہیں کیا۔ ایک صحابی نے اپنے مکان کی ڈیوڑھی اونچی بنوائی تھی۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے دیکھا تو اُن سے منہ موڑ لیا۔ صحابی بھانپ گئے۔ انھوں نے فوراً واپس جاکر ڈیوڑھی گروادی۔[1]

آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا۔ مسلمان کو ہر جائز خرچ پر ثواب ملتا ہے۔ لیکن جو رقم پانی اور مٹی میں صرف کی جائے اُس میں کچھ ثواب نہیں۔

---

[1] کچھ دنوں بعد آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا دوبارہ اس طرف گذر ہوا۔ دیکھا کہ ڈیوڑھی نہیں ہے تو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے دریافت فرمایا وہ عمارت کیا ہوئی۔ صحابہ نے عرض کیا یارسول اللہ جب بنوانے والے کو معلوم ہوا کہ اس بلند عمارت سے حضور کو ناگواری ہوئی ہے تو انھوں نے یہ عمارت خود گروادی۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہر ایک تعمیر اپنے مالک کے حق میں وبال ہے مگر وہ تعمیر جس کے بغیر چارہ نہ ہو جس کے بغیر کام نہ چل سکے یعنی صرف اتنی تعمیر درست ہے جو ضرورت کے بموجب ہو۔ اس سے زیادہ جو کچھ تعمیر شان و شوکت اور دولت و ثروت کے اظہار کے لئے کی جاتی ہے وہ وبال ہے۔ (ابوداؤد شریف کتاب الادب و ترمذی شریف وغیرہ۔

یہ رقم ضائع جاتی ہے۔[1]

حضرت عمر اور حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہما کے زمانہ میں مسلمانوں کے پاس بہت دولت آگئی تھی۔ بڑے بڑے نوابوں اور بادشاہوں کے خزانے مسلمانوں کے قبضہ میں آگئے تھے۔ مگر ان حضرات نے نہ کوئی شاہی محل بنوایا نہ ہائی کورٹ۔ نہ گورنمنٹ ہاؤس۔

آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی بنوائی ہوئی خس پوش کچی مسجد، شاہی محل بھی تھی، ہائی کورٹ بھی اور گورنمنٹ ہاؤس بھی۔

بس دیکھو۔ یہ حرص ہرگز مت کرو کہ تمہاری کوٹھی عالی شان ہو۔ البتہ یہ خیال رکھو کہ (۱) مکان کھلا ہوا ہوا دار ہو۔

---

[1] قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم۔ النفقۃ کلہا فی سبیل اللہ الا البناء فلا خیر فیہ۔ ترمذی شریف ص۲/۷۲ فائدہ:۔ یہ امر قابل لحاظ ہے کہ اگر خداوند عالم کسی کو اچھا مکان عنایت کردے۔ مثلاً ترکہ میں اس کو بڑی حویلی مل جائے تو اس کا فروخت کر دینا بھی مناسب نہیں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد ہے جو شخص اپنا مکان یا زمین بیچے وہ اس کا مستحق ہو جاتا ہے کہ اس کو برکت نصیب نہ ہو۔ (یعنی اس کی قیمت میں برکت نہیں ہوتی) البتہ اگر اس کی قیمت سے کوئی اور جائداد خریدے تب مضائقہ نہیں (اللہ تعالیٰ برکت دیگا) مشکوٰۃ شریف باب النفقۃ فصل ثانی (بحوالہ ابن ماجہ و دارمی) مختصر یہ کہ بود و باش اور رہن سہن کے لئے سادہ مکان ہونا چاہئے۔ عظیم الشان حویلی یا عالی شان کوٹھی بنانے میں روپیہ صرف کرنا ثواب کا کام نہیں بلکہ مومن کی شان یہ ہے کہ محل اور کوٹھی میں روپیہ صرف کرنے کی بجائے قومی اور مذہبی کاموں میں روپیہ صرف کرے لیکن اگر اس کو مکان یا جائداد مل جائے تو یہ بھی درست نہیں کہ اس کو بیچ کر رقم ضائع کر دے۔

(۲) اُس کا رُخ صحیح ہو۔[۱]

(۳) مکانات ایک دوسرے سے جُدا جُدا ہوں۔ گلی کوچے اور بیچ کے راستے کشادہ ہوں۔[۲]

(۴) صحن صاف رہیں۔

(۵) گلی کوچے صاف ستھرے رہیں۔

مکان، صحن اور گلی کوچے کی صفائی خود تمہارا اپنا فرض ہے۔ کیونکہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا حکم ہے[۳] اور حکم کی تعمیل ہر مسلمان پر واجب ہوتی ہے۔

---

[۱] قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم الشوم فی الدار والمرأۃ والفرض وقال العلماء الشارحون شوم الدار ضیقها وسوء جوارها الخ۔ ابوداؤد شریف کتاب الکہانۃ والتطیر [۲] قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اذا اختلفتم فی الطریق ذرع۔ مسلم شریف باب قدر الطریق اذا اختلفوا۔ اس ارشادِ گرامی سے بلدیہ (میونسپلٹی) کے لئے ایک ہدایت ملتی ہے کہ گلی کوچوں کی چوڑائی کم از کم سات ذرع یعنی تقریباً سولہ فٹ ہونی چاہیئے۔ [۳] قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم۔ ان اللہ طیب یحب الطیب۔ نظیف یحب النظافۃ کریم یحب الکرم جواد یحب الجواد فنظفوا افنیتکم ولا تشبہوا بالیہود۔ ترمذی شریف بحوالہ جمع الفوائد باب: تحلی والطیب وردی۔ ایضاً انہ قال صلی اللہ علیہ وسلم طہروا افنیتکم فان الیہود لا یطہرہا۔ جمع الفوائد آخر باب التخلم نات۔ وقال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم۔ بینما رجل یمشی فی الطریق اذ وجد غصن شوک فاخرہ فشکر اللہ لہ فغفر لہ۔ ترمذی شریف ما جاء فی اماطۃ الاذی عن الطریق ابواب البر والصلۃ وقال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم وجدت فی محاسن اعمالہا (الآیۃ) الاذی یماط عن الطریق۔ مسلم شریف بحوالہ مشکوٰۃ شریف باب المساجد۔

چنانچہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی چہیتی اور لاڈلی بیٹی "حضرت فاطمہ زہرا" اپنے گھر میں جھاڑو خود دیا کرتی تھیں۔ پس ہمارا بھی فرض ہے کہ ہم یہ کام خود کریں اور اگر خود نہ کریں تو جو کرنے والے ہیں اُن کی قدر کریں۔ ان کی امداد کریں۔ اُن کو ذلیل حقیر یا ناپاک سمجھنا اسلامی تعلیم کے سراسر خلاف ہے۔

(۶) مکان کی دیواروں۔ طاقچوں اور محرابوں کو صاف رکھو۔ جالے نہ لگنے دو۔ مکان کی لپائی۔ پُتائی۔ چُونہ۔ کلی ہوتی رہے تو مکان میں بُو نہیں پیدا ہوتی۔ مچھر وغیرہ بھی زیادہ نہیں ہوتے۔

موقع ہو تو لوبان کی دھونی بھی دیتے رہو۔ خاص طور پر وہ جگہ جہاں نماز پڑھو، صاف ستھری رکھو[1]

(۷) پھول، بوٹوں سے مکان سجا بھی سکتے ہو۔ مگر جاندار کی تصویر یا فوٹو۔ یا مورتی۔ جائز نہیں، اسلامی تہذیب کے خلاف ہے اور یہ بھی درست نہیں کہ دیواروں پر کپڑے مڑھو۔ کپڑا دیواروں کے لئے نہیں بلکہ انسانوں کے پہننے کے لئے ہے[2]

سونے اور جاگنے کے آداب

دیکھو۔ مغرب بعد باہر مت گھومو۔ فوراً گھر پہنچ جاؤ۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم

---

[1] امر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم۔ ببناء المساجد فی الدور وان ینظف ویطیب۔ (ابوداؤد شریف و ترمذی شریف و ابن ماجہ) [2] قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم۔ ان اللہ لم یامرنا ان نکسو الحجارۃ والطین۔ (متفق علیہ مشکوٰۃ شریف باب التصاویر)

کا یہی ارشاد ہے۔ [۱]

اور دیکھو یہ درست نہیں کہ نمازِ عشاء سے پہلے سو جاؤ اور یہ بھی ٹھیک نہیں کہ نمازِ عشاء کے بعد قصہ کہانی اور گپ شپ کی مجلس گرم کرو بلکہ نمازِ عشاء کے بعد سویرے سو جاؤ۔ تاکہ صبح سویرے اٹھو۔ ہمارے آقا رسولِ خدا صلی اللہ علیہ وسلم نے نمازِ عشاء سے پہلے سونے اور عشاء کے بعد گپ شپ سے منع فرمایا ہے۔ [۲]

اچھے آدمی سویرے سو جاتے ہیں اور آخر رات میں سویرے اُٹھ کر اللہ کی یاد کرتے ہیں۔ طالب علم اس وقت مطالعہ کرتے ہیں مطالعہ کرتے ہیں۔ سب طرف خاموشی ہوتی ہے۔ دھیان نہیں بٹتا۔ دماغ تازہ ہو جاتا ہے۔ جو یاد کرنا چاہو اس وقت بہت جلد یاد ہو جاتا ہے۔ [۳]

جب سونے کا وقت ہو تو پہلا کام یہ ہے کہ بسم اللہ کر کے دروازے بند کر دو۔ گھڑوں۔ مشکوں وغیرہ پانی کے برتنوں پر ڈھکن ڈھک دو۔ اور ڈھکنے کے وقت بسم اللہ پڑھو۔ اسی طرح کھانے کے برتن۔ سالن اور ترکاری کی دیگچیوں کو بسم اللہ پڑھ کر باقاعدہ ڈھک کر رکھو۔ کھلا مت چھوڑو چولھے

---

[۱] اکفتوا صبیانکم عند المساء بخاری شریف وغیرہ [۲] ترمذی شریف (باب الصلوٰۃ)
[۳] البتہ طلباء اور اہل علم کے لئے یہ بھی جائز ہے کہ وہ اوّل شب میں مطالعہ کریں۔ کیونکہ تہجد کے مقابلہ میں مطالعہ کی زیادہ اہمیت ہے۔ البتہ اتنی دیر تک مطالعہ کرنا بھی درست نہیں کہ صبح کو آنکھ نہ کھلے اور صبح کی جماعت فوت ہو (ماخوذ از ترمذی شریف باب ما جاء فی الرخصۃ فی السمر بعد العشاء)

کو بالکل ٹھنڈا کر دو۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا یہی ارشاد ہے[۱]

جب سونے کے لئے جاؤ تو پہلے بستر جھاڑ لو[۲] تمہارا بستر اس طرح رہنا چاہیئے کہ قبلہ داہنی طرف ہو۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا بستر اسی طرح کا ہوا کرتا تھا[۳] سونے کے لئے ایسی جگہ نہ لیٹو جہاں گرنے کا خطرہ ہو ایسی چھت پر بھی مت لیٹو جس کے چاروں طرف چار دیواری نہ ہو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے ایسی جگہ لیٹنے سے منع فرمایا ہے[۴] جب سونے لگو تو روشنی گل کر دو۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی یہی ہدایت ہے[۵] پھر داہنی کروٹ پر قبلہ رُخ ہو کر لیٹو۔ داہنا ہاتھ سر کے نیچے رکھ لو[۶]

پیٹ کے بل اُلٹا لیٹنا۔ اگر لنگی باندھ رکھی ہے تو ایک پاؤں کو

---

[۱] صحاح بحوالہ مشکوٰۃ شریف باب تغطیۃ الاوانی۔ اگر ڈھکن نہیں ہے یا مثلاً دودھ کو کھلا رکھنا ضروری ہے ورنہ خراب ہو جائے گا تو بسم اللہ پڑھ کر کوئی چیز آڑی کر کے رکھ دو اگر کوئی برتن یا کپڑا نہ ہو تو بسم اللہ شریف پڑھ کر لکڑی ہی آڑی کر کے رکھ دو۔ پانی کے مشکیزہ کا بندھ باندھ دو (صحاح بحوالہ مشکوٰۃ شریف)

[۲] صحاح بحوالہ مشکوٰۃ شریف باب مایقول عند الصباح والمساء والمنام۔ [۳] ابوداؤد شریف

[۴] ابوداؤد شریف و ترمذی شریف۔ [۵] صحاح۔ لیمپ یا بجلی جلتی رہے تو بسا اوقات بہت سخت حادثے پیش آجاتے ہیں۔ مثلاً بجلی کا بلب پھٹ جائے یا لالٹین یا لیمپ کی چمنی تڑخ جائے تو اس سے پورے مکان میں آگ لگ جاتی ہے۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا تھا کہ اکثر ایسا ہوتا ہے کہ چوہا چراغ کی بتی لیجاتا ہے اور اس سے مکان میں آگ لگ جاتی ہے، سارا مکان خاکستر ہو جاتا ہے۔ اس کے علاوہ یہ بھی خیال رکھو کہ اللہ تعالیٰ نے رات سکون کے لئے بنائی ہے۔ پورا سکون اسی میں ہوتا ہے کہ روشنی گل ہو۔ [۶] ابوداؤد شریف۔

دوسرے پاؤں پر رکھ کر لیٹنا درست نہیں۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے ممانعت فرمائی ہے[1] لیٹتے وقت یہ دعا پڑھو[2]

بِاسْمِكَ رَبِّي وَضَعْتُ جَنْبِي وَبِكَ اَرْفَعُهٗ

تیرے نام سے اے میرے پروردگار میں نے رکھا ہے اپنا پہلو اور تیرے ہی (حکم) سے، اس کو اٹھاؤں گا۔

اِنْ اَمْسَكْتَ نَفْسِيْ فَارْحَمْهَا وَاِنْ اَرْسَلْتَهَا فَاحْفَظْهَا بِمَا

اگر تو روک لے میری جان تو رحم فرما اُس پر اور اگر تو چھوڑ دے اور مہلت دے تو اس کی حفاظت فرما۔

تَحْفَظُ بِهٖ الصَّالِحِيْنَ مِنْ عِبَادِكَ

جس طرح کہ حفاظت کرتا ہے اپنے نیک بندوں کی

آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنی سب سے زیادہ عزیز صاحبزادی فاطمہ رضی اللہ عنہا اور حضرت علی رضی اللہ عنہ کو وصیت فرمائی تھی کہ سوتے وقت ۳۳ مرتبہ سبحان اللہ ۳۳ مرتبہ الحمد للہ۔ ۳۴ مرتبہ اللہ اکبر پڑھ لیا کریں۔ یہ دونوں آخر تک عمل کرتے رہے۔ یہاں تک کہ بڑی بڑی لڑائیوں میں بھی حضرت علی رضی اللہ عنہ سوتے وقت یہ تسبیح پڑھتے رہے[3]

پھر اگر چاروں قل پڑھ کر تمام بدن پر دم کر لو تو آفات سے محفوظ رہو گے۔

(انشاء اللہ)

---

[1] مسلم شریف ابوداؤد شریف وغیرہ [2] ابوداؤد شریف۔ اس کے علاوہ اور بھی چند دعائیں منقول ہیں۔ مختصر دعا یہ ہے۔ اَللّٰهُمَّ قِنِيْ عَذَابَكَ يَوْمَ تَبْعَثُ عِبَادَكَ۔ (اے اللہ مجھ کو بچا اپنے عذاب سے اس روز کہ اٹھائے تو اپنے بندوں کو) اس دعا کو تین مرتبہ پڑھیں اس سے مختصر دعا یہ ہے۔ اَللّٰهُمَّ بِاسْمِكَ اَحْيٰى وَاَمُوْتُ۔ (اے اللہ تیرے نام پر زندہ ہوں اور تیرے ہی نام پر مروں گا) (ابوداؤد شریف) [3] ابوداؤد شریف۔

اور اگر آیۃ الکرسی پڑھ کر دستک دے لو تو خدا کے حکم سے چوری وغیرہ سے محفوظ رہو گے۔ [۱]

اچھے بُرے خواب اگر اچھا خواب دیکھو تو خدا کا شکر ادا کرو اور اس کے فضل و کرم کی اُمید رکھو۔ اور اگر بُرا خواب دیکھ کر آنکھ کھُلے تو یقین کر لو کہ یہ شیطانی خواب ہے۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے ایسی خوابوں کو شیطانی خواب فرمایا ہے اور اس کا علاج یہ بتایا ہے کہ جیسے ہی آنکھ کھُلے استغفار اور تعوذ پڑھ لو اور تین دفعہ تھتکار دو پھر کروٹ بدل کر سو جاؤ اور کسی سے اس کا ذکر مت کرو۔ انشاء اللہ اس کا کوئی اثر نہ ہو گا۔ [۲]

جب بیدار ہو تو یہ دعا پڑھو۔

اَلْحَمْدُ لِلّٰہِ الَّذِیْ اَحْیَانَا بَعْدَ مَا اَمَاتَنَا وَاِلَیْہِ النُّشُوْرُ۔ [۳]

پُورا پُورا شکر اُس اللہ کا جس نے مجھے زندہ کیا اس کے بعد کہ مار دیا تھا مرنے کے بعد زندہ ہو کر اُسی کی بارگاہ میں حاضر ہونا ہے۔

عیادت بیمار پُرسی جان پہچان، پڑوسی یا کوئی عزیز رشتہ دار بیمار پڑ جائے تو پوچھنے کے لئے جانا، اُس کے ساتھ ہمدردی کرنا اُس کی مدد کرنا، اُس کے لئے دُعا کرنا سنت ہے۔ اسلامی تہذیب کا اہم جُز ہے۔ ان سب باتوں میں ثواب ملتا ہے۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا جو شخص مزاج پُرسی کے لئے جاتا ہے ہزاروں

---

[۱] سواح۔ ابواب فضائل قرآن [۲] ماخوذ از ابواب الرویا۔ ترمذی شریف [۳] ابوداؤد شریف

فرشتے اُس کے لئے دُعائے مغفرت کرتے ہیں[1] جب تک وہ مریض کی مزاج پُرسی میں رہے گا گویا جنت کے پھل توڑ رہا ہے۔[2] اسی لئے مستحب یہ ہے کہ جب جاؤ تو وضو کرلو۔[3]

آداب (۱) جب تم بیمار کے پاس جاؤ تو اُس کے سامنے ایسی باتیں کرو کہ اُس کو اطمینان ہو۔ مرض کی دہشت اُس کے دماغ سے کم ہو۔ مثلاً یہ کہو کہ خطرہ کی کوئی بات نہیں ہے، انشاءاللہ جلد تندرست ہو جاؤ گے۔[4]

بیماری جان کی زکوٰۃ ہے۔ تمہارے گناہ جھڑ رہے ہیں۔[5]

(۲) اس کا خیال رکھو کہ بیمار کے پاس شور و شغب نہ ہو۔ تم بھی زور سے مت بولو۔ اور زیادہ دیر بھی نہ بیٹھو۔ بلکہ اگر مریض کا کوئی کام نہ ہو تو جلد اُٹھنے کی کوشش کرو۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی تعلیم یہی ہے۔

---

[1] آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا۔ اگر صبح کو جاتا ہے تو شام تک ستر ہزار فرشتے اُس کے لئے دعا کرتے رہتے اور اگر شام کو جاتا ہے تو ستر ہزار فرشتے صبح تک اُس کے لئے دعا کرتے رہتے ہیں (ترمذی شریف باب الجنائز و ابوداؤد شریف) دوسری حدیث میں ہے کہ فرشتے دُعا کرتے ہیں کہ تم خوش رہو۔ تمہارا یہ چلنا مبارک ہو اور تمہیں جنت میں منزل نصیب ہو۔ ترمذی شریف باب الجنائز۔

[2] ترمذی شریف باب الجنائز [3] آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد ہے کہ جب کوئی شخص اچھی طرح وضو کر کے ثواب کی نیت سے مزاج پُرسی کے لئے جائے تو دوزخ اس سے اتنی دور ہو جاتی ہے کہ وہ مسافت سات سال میں طے ہو سکے۔ (ابوداؤد شریف) [4] صحاح۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے ارشادات کا مفہوم یہی ہے [5] جمع الفوائد باب عیادۃ المریض۔

(۳) مزاج پُرسی کے وقت بیمار کی پیشانی یا اُس کے ہاتھ پر ہاتھ رکھ کر پوچھو کہ مزاج کیسے ہیں۔ درد یا بخار کی کیا کیفیت ہے۔ اس سے زیادہ ہمدردی معلوم ہوتی ہے اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے اس کو مزاج پُرسی کا تکملہ فرمایا ہے[1]

(۴) بیمار سے بھی کہو کہ وہ تمہارے لئے دعا کریں۔ بیمار کی دعا قبول ہوتی ہے[2] اور تم بھی اُس کے لئے دُعا کرو۔

(۵) آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا جو شخص مزاج پُرسی کے وقت سات مرتبہ یہ دُعا دل سے پڑھے گا اللہ تعالیٰ بیمار کو اچھا کر دیگا۔ دعا یہ ہے :-

اَسْئَالُ اللّٰہَ الْعَظِیْمَ رَبَّ الْعَرْشِ الْعَظِیْمِ
اَنْ یَّشْفِیَکَ

دعا کرتا ہوں اللہ سے جو عظمت والا ہے، مالک ہے عرش عظیم کا
یہ کہ شفا دے آپ کو

تمام شد

وَالْحَمْدُ لِلّٰہِ کَمَا یَنْبَغِیْ لِجَلَالِ وَجْھِہٖ وَعَظِیْمِ سُلْطَانِہٖ وَعَمِیْمِ آلَآئِہٖ

---

[1] ارشاد ہوا کہ مزاج پُرسی کی تکمیل یہ ہے کہ بیمار کی پیشانی یا ہاتھ پر ہاتھ رکھ کر پوچھو کیسے مزاج کیسے ہیں۔ اور اسلام کا تکملہ یہ ہے کہ مصافحہ کرو۔ [2] ترمذی بحوالہ جمع الفوائد۔
[3] ابوداؤد شریف۔

اِملا اور خطوط نویسی

حضرات اساتذہ سے خطاب

اس درجہ میں خطوط لکھنے کے طریقے بچوں کو سکھائے جائیں۔ اُستاذ صاحبان کی امداد کے لئے چند قاعدے بیان کئے جاتے ہیں۔ اُستاذ صاحبان بچوں کو یہ قاعدے سمجھادیں اور پھر اُن کے مطابق بچوں سے خطوط لکھوا کر مشق کرائیں۔

(۱) سب سے پہلے سمجھادیا جائے کہ خط تین قسم کے ہوتے ہیں (۱) چھوٹے سے بڑے کو (۲) بڑے سے چھوٹے کو (۳) برابر والے کو۔ پس لکھتے وقت یہ خیال ضروری ہے کہ جس کو خط لکھا جا رہا ہے وہ بڑا ہے یا چھوٹا یا برابر۔

(۲) چھوٹائی بڑائی عمر کے لحاظ سے بھی ہوتی ہے اور رُتبہ کے لحاظ سے بھی۔ رشتہ داری اور دوستی اور محبت میں عمر کے لحاظ سے چھوٹائی بڑائی ہوتی ہے۔ اور جہاں رشتہ داری اور دوستی نہ ہو، وہاں مرتبہ کے لحاظ سے

(۳) رُتبہ دنیاوی لحاظ سے بھی ہوتا ہے مثلاً مال و دولت یا حکومت کے اعتبار سے اور دینی اور علمی لحاظ سے بھی ہوتا ہے مثلاً اُستاذ، پیر یا بڑے عالم فاضل کا رتبہ بلند مانا جاتا ہے۔

(۴) خط لکھنے والے کو کاتب کہا جاتا ہے اور جسے خط لکھا جائے اُسے مکتوب الیہ کہتے ہیں

(۵) خط کے چند حصے ہوتے ہیں مثلاً (الف) القاب (ب) آداب (ج) اظہار یہ (د) مطلب یا مضمون (ہ) خاتمہ

(الف) القاب۔ خط کے اُس حصہ کو کہتے ہیں جس سے خط شروع کیا جاتا ہے

اس میں ایک دو لفظ مکتوب الیہ کی تعظیم اور تعریف کے ہوتے ہیں کچھ الفاظ ایسے لانے جاتے ہیں جن سے کاتب اور مکتوب الیہ کا تعلق اور مکتوب الیہ کا درجہ معلوم ہو اور ایک دو کلمہ دعا کا ہوتا ہے۔ مثلاً بڑے بھائی کے لئے لکھا جائے۔

مکرم و محترم جناب اخوی صاحب دام ظلکم العالی

مکرم و محترم اور جناب۔ یہ تینوں لفظ تعظیم کے ہیں۔

اخوی کے لفظ سے کاتب اور مکتوب الیہ کا تعلق اور مکتوب الیہ کا درجہ معلوم ہوتا ہے دام ظلکم العالی دعا ہے۔

(ب) القاب کے بعد اور مطلب سے پہلے چند کلمے ایسے لائے جاتے ہیں جس سے سلام دعا اور مزاج پرسی ہو۔ ان کلموں کو آداب کہتے ہیں۔ مثلاً بڑے بھائی صاحب کو مذکورہ بالا القاب کے بعد لکھا جائے۔ السّلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ! مزاج گرامی۔

(ج) القاب و آداب کے بعد خط کا مضمون شروع کرنے کے لئے کچھ الفاظ لائے جاتے مثلاً گذارش ہے، عرض ہے وغیرہ۔ ایسے الفاظ کو اظہاریہ کہا جاتا ہے۔

(د) مطلب یا مضمون خط کے اس حصّہ کو کہا جاتا ہے جس میں وہ باتیں ہوں جن نئے خط لکھا جا رہا ہے۔

(ہ) خاتمہ میں اوّل اپنے اور اپنے یہاں کے لوگوں کی طرف سے مکتوب الیہ اور مکتوب الیہ کے یہاں کے لوگوں کو سلام دعا لکھا جاتا ہے۔ مثلاً سب خورد و کلاں کی طرف سے درجہ بدرجہ سلام و دعا۔ والسّلام

اس کے بعد اپنا نام لکھتے ہوئے ایسے الفاظ لائے جاتے ہیں جن سے اپنی حیثیت اور اپنی تحقیر کا اظہار ہو۔ مثلاً نیازمند، خادم، آپ کا مخلص، خیر اندیش، فدوی یا تابعدار وغیرہ۔

مطلب یا مضمون لکھتے وقت خاص طور پر خیال رکھا جائے کہ (۱) کوئی بیکار لفظ نہ آئے۔ (۲) عام فہم اور روزمرہ کی بول چال کے الفاظ لکھے جائیں (۳) عبارت مختصر ہو' نہ کوئی غلط بات ہو اور نہ کوئی بات ضرورت سے زیادہ بڑھا چڑھا کر لکھی جائے (۴) تمام عبارت میں یکسانیت ہو۔ یہ نہ ہو کہ کوئی لفظ دیہاتی بول چال کا ہو اور کوئی عربی فارسی کا دقیق لفظ ہو بلکہ جس انداز سے شروع کیا گیا ہو آخر تک وہی انداز ہو اور جس رتبہ کا لحاظ پہلے حصہ میں رکھا گیا ہے آخر تک اسی کے مناسب الفاظ لائے جائیں (۵) اپنوں کے لئے ایسے الفاظ نہ لائے جائیں جن سے غیریت معلوم ہو۔ مثلاً والد صاحب کو لکھیں کہ اگر ایسا کر دیا تو میں ممنون ہوں گا یا آپ کا احسان ہوگا (۶) سرکاری تحریریں میں کسی طرح کی بناوٹ یا صنعت وغیرہ نہ ہو۔ صاف صاف مطلب ہو۔ مختصر یہ کہ خط لکھتے وقت یہ خیال قائم کر لو کہ مکتوب الیہ تمہارے سامنے ہے اور تم اس سے زبانی بات کر رہے ہو۔ یہ خیال قائم کر کے سوچو کہ اگر مکتوب الیہ سامنے ہو تو تم کیا بات کر سکتے ہو' کیا بات نہیں کر سکتے ہو جو بات کر رہ اس کا انداز کیا ہو۔ پس جو بات جس طرح سامنے کر سکو اسی انداز سے خط لکھتے وقت اس کو تحریر میں لاؤ اور جو نہ کر سکتے ہو اس کو تحریر میں بھی نہ لاؤ۔ یہ بھی خیال رکھو کہ تحریر کی بات زبانی گفتگو سے زیادہ پکی ہوتی ہے۔ لہذا لکھنے میں بولنے سے بھی زیادہ احتیاط برتو۔

القاب' آداب' دعا' اظہار اور خاتمہ کے الفاظ بڑوں' چھوٹوں اور برابر والوں کے علیحدہ علیحدہ ہوں گے۔ ہر ایک کا نقشہ پیش کر کے سمجھا دیا گیا ہے۔ استاذ صاحبان ان نقشوں کو پوری طرح سمجھا دیں اور تمام الفاظ ذہن نشین کرا کر یاد کرا دیں۔ حاشیہ میں عربی فارسی الفاظ کا ترجمہ بھی کر دیا گیا ہے۔ پھر مثال کے طور پر نقشہ کے بعد چند خطوط بھی لکھ دیئے گئے ہیں۔ استاذ صاحبان اپنی طرف سے بھی کچھ خطوط لکھوا کر مشق کرائیں اور خطوط نویسی کے کچھ رہبر منگوا کر ان سے مدد لیں۔

بڑوں کے القاب و آداب

رشتہ	القاب	دُعا	آداب	اظہار مدعا یعنی جن الفاظ سے مضمون شروع کیا جائے	مکتوب الیہ کے لئے	مکتوب الیہ کے خطوط کے لئے	کاتب کیلئے یعنی اپنے لئے	کاتب کے خطوط کے لئے یعنی اپنے خطوط کے لئے	طلب	خاتمہ
استاد	حضرت محترم	دامت برکاتکم	نیاز مندانہ سلام و آداب	گذارش ہے عرض ہے	حضرت والا جناب والا	گرامی نامہ	خادم نیاز مند	عریضہ	عنایت فرمایئے مرحمت فرمایئے	حاضرین مجلس کی خدمت میں سلام عرض ہے خورد و کلاں کو سلام و دعا
والد، دادا، نانا کو ماں کو یا دادی نانی کو چچا کو	مخدومی محترمی والد صاحب محترمہ والدہ صاحبہ عم محترم یا حضرت محترم جناب چچا صاحب	دام ظلہا دام ظلکم	"	"	آں محترم جناب والا	"	"	"	"	"
ماموں کو	حضرت محترم جناب ماموں صاحب	"	"	"	"	"	"	"	"	"
بڑے بھائی یا بڑے سالے کو	محترم و مکرم بھائی صاحب		السلام علیکم و رحمۃ اللہ مزاج گرامی	"	آں محترم	"	"	"	"	"
بڑی بہن کو بڑی سالی کو	محترمہ ہمشیرہ صاحبہ محترمہ بہن صاحبہ	دام ظلہا	"	"	آں محترمہ	"	"	"	"	"
غیر کو جو درجہ میں بڑا ہو	مخدوم و محترم	دام ظلکم زید مجدکم	"	"	آنمحترم آنمخدوم	"	"	"	"	"

الفاظ کا ترجمہ۔ محترم: صاحب عزت۔ دامت برکاتکم: آپکی برکتیں ہمیشہ رہیں۔ مخدوم: جس کی خدمت لازم ہے۔ مکرم: جس کی تعظیم لازم ہے۔ دام ظلہا: ان کا سایہ ہمیشہ رہے۔ دام ظلکم: تمہاری مہربانی ہمیشہ رہے۔ زید مجدکم: آپ کی بزرگی زیادہ ہو۔

مثالیں :-

پہلا خط - والد صاحب کے نام -

حضرت محترم والد صاحب قبلہ دامت برکاتکم - السّلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہٗ -

نیازمندانہ سلام وآداب کے بعد گذارش ہے کہ یہاں خدا کے فضل سے خیریت ہو۔ خدا کرے جناب والا بھی مع متعلقین خیریت سے ہوں -

ضروری گذارش یہ ہو کہ ہمارے مدرسہ کے امتحانات ہو چکے ہیں میرا امتحان بھی ہو چکا ہو - نتیجہ بھی معلوم ہو گیا ہو - خدا کے فضل سے اور آنجناب کی دعا سے یہ خادم اوّل نمبر پاس ہوا ہو - یہ حضرت والا اور محترمہ والدہ صاحبہ کی دعا کی برکت کی ہو - میری التجا ہو کہ اسی طرح دعاؤں سے میری امداد فرمائی جائے - خداوند عالم مجھے علم کامل عطا فرمائے اور ملک و ملت کی خدمت کی توفیق نصیب ہو - آمین - محترمہ والدہ صاحبہ کی خدمت میں نیازمندانہ سلام وآداب کے بعد یہ خوش خبری پیش ہو - نیازمند حقیر - محمد ابراہیم -

(ہدایت) اُستاد، پیر، دادا، نانا، چچا وغیرہ بزرگوں کو خط لکھنے کا انداز بھی یہی ہوگا -

دوسرا خط - ماں کے نام

مخدومہ ومحترمہ[1] والدہ صاحبہ دامت برکاتکم - السّلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہٗ

نیازمندانہ آداب وسلام کے بعد گذارش ہو کہ عرصہ سے آپ کے گرامی نامہ سے مشرف نہیں ہوا طبیعت کو فکر ہو - چھوٹی آپا کی طبیعت خراب تھی ان کی طرف سے بھی ہر وقت فکر رہتا ہو اس فکر کی وجہ سے پڑھنے میں بھی پوری طرح دل نہیں لگتا - نہایت ادب سے گذارش ہے کہ جلد از جلد خیریت سے مطلع فرمایا جائے، تا کہ اطمینان ہو - آپکا گرامی نامہ ویسے ہی میرے لئے پروانۂ سعادت ہو - بھائی صاحب اور ہمشیرہ صاحبان کی خدمتیں سلام عرض - چچا صاحب اور تمام بزرگ سلام مسنون قبول فرمائیں چھوٹی بہن اور بھائیوں کو دعا - نیازمند طاہر

---

[1] عربی میں مرد کے لئے علیکم اور عورتوں کے لئے علیکن مگر اُردو میں دونوں کے لئے ایک ہی لفظ استعمال ہوتا ہے لہٰذا ہم نے اُردو کے محاورہ کا لحاظ رکھا ہے -

(ہدایت) نانی، دادی، خالہ، پھوپی کو خط لکھنے کا بھی یہی انداز ہوگا

تیسرا خط بڑے بھائی کے نام

محترم و مکرم بھائی صاحب دام ظلکم۔ السّلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہٗ، مزاج گرامی

نہایت ادب سے گزارش ہے کہ پرسوں گرامی نامہ سے مشرف ہوا۔ خیریت معلوم ہو کر مسرت ہوئی۔ یہاں خدا کے فضل سے خیریت ہے۔ آج کل ہمارے یہاں امتحان ہو رہے ہیں اس وجہ سے مشغولیت زیادہ ہے اس وقت کچھ زیادہ لکھنے کا موقع نہیں۔ معافی چاہتا ہوں۔ عنقریب تفصیلی خط لکھوں گا۔ معلوم نہیں بھابی صاحبہ کہاں ہیں، یہیں تشریف رکھتی ہیں یا میکے تشریف لے گئی ہیں۔ اگر وہاں ہوں تو سلام پیش فرما دیا جائے۔ اگر میکے گئی ہوں تو میرا سلام لکھ دیا جائے۔ سب بزرگوں کی خدمت میں سلام۔ بچوں کو دعا۔

آپ کا چھوٹا بھائی:۔ محمد سجاد

چوتھا خط کسی بڑے کے نام جو رشتہ دار نہ ہو۔

مخدوم و محترم زید مجدکم۔ السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہٗ۔ مزاج گرامی

آداب نیازمندانہ اور سلام مسنون کے بعد گزارش ہے کہ الحمد للہ یہاں خیریت ہے۔ دعا ہے کہ جناب والا مع متعلقین خیریت سے ہوں۔ ضروری گزارش یہ ہے کہ حامل عریضہ ہذا ایک شریف خاندان، شریف طبیعت نوجوان ہیں عالم و فاضل ہیں۔ ہر قسم کی علمی خدمت انجام دے سکتے ہیں۔ مگر بیروزگاری سے پریشان ہیں۔ جناب والا اپنے علاقہ میں ایک با رسوخ بزرگ ہیں وہاں کسی علمی ادارہ میں کوشش فرما کر ان کا تقرر کرا دیجئے، احقر ممنون احسان ہوگا اور یہ بھی ہمیشہ شکر گزار رہیں گے۔ جناب کی قدیم عنایتیں یقین دلاتی ہیں کہ یہ استدعا شرف قبولیت حاصل کرے گی۔

نیازمند محتاج دعا۔ حامد

۱۰، ربیع الاول ۱۳۷۲ھ

چھوٹوں کے القاب و آداب

رشتہ	القاب	دعا	اظہاریہ	مکتوب الیہ کے لئے	مکتوب الیہ کے خطوط کے لئے	خاتمہ
بیٹے اور پوتے کو	برخوردار نور چشم، عزیز القدر، راحت جان	سلمہ اللہ تعالیٰ، زاد عمرہٗ، زادت سعادتہٗ، دعا ر فراواں، بہت بہت دعا	بعد دعا ر ترقی مراتب	آں عزیز	راحت نامہ	بہت بہت دعا
داماد کو	عزیز گرامی قدر	〃	〃	〃	〃	〃
بھتیجے اور بھانجے کو	برخوردار عزیز	〃	〃	〃	〃	〃
بیٹی کو	لخت جگر، نور چشم، گوشۂ جگر	〃	〃	آں عزیزہ	محبت نامہ	〃
چھوٹی بہن کو	عزیزہ ہمشیرہ، پیاری بہن	〃	〃	〃	〃	〃
بھتیجی بھانجی پوتی اور نواسی کو	عزیزہ لخت جگر	〃	〃	〃	〃	〃
شاگرد کو یا مرید کو، نوکر کو	عزیز محترم، محض نام لکھ دیا جائے	〃	〃	آں عزیز	نامہ عزیز، مکتوب عزیز، تمہارا خط، تمہارا خط	والسلام

(الفاظ کے معنی) برخوردار یعنی زندگی کے اچھے نفع حاصل کرنے والا۔ نور چشم، آنکھ کا نور۔ عزیز القدر جس کا درجہ پیارا اور قابلِ عزت ہے۔ راحت جان، جان کا آرام۔ سلمہٗ، اللہ تعالیٰ اس کو سلامت رکھے زاد عمرہٗ، اس کی عمر زیادہ ہو۔ زادت سعادتہٗ، اس کی نیک بختی زیادہ ہو۔ عزیز، پیارا۔ گرامی، قابلِ عزت۔ لخت جگر، جگر کا ٹکڑا۔ گوشۂ جگر، جگر کا کونہ۔ یعنی جس کی محبت جگر میں ہو۔

پہلا خط بیٹے کے نام۔ برخوردار نورچشم۔ سلمہ اللہ تعالیٰ

بعد دعا ترقی مراتب تحریر ہے۔ کل تمہارا راحت نامہ ملا۔ خیریت معلوم ہو کر مسرت ہوئی۔
پرسوں برادر عزیز محمد عمر سلمہ آئے تھے، وہ بیان کرتے تھے کہ آجکل تم بہت مصروف ہو، امتحان کا زمانہ ہے
اس لئے رات دن پڑھنے میں لگے رہتے ہو، اس سے بھی اطمینان ہوا اور خوشی ہوئی کہ تم امتحان میں کامیاب
ہونے کے لئے محنت کر رہے ہو۔ مگر دیکھو عزیز من پڑھنا اس لئے نہیں کہ تم امتحان میں کامیاب ہو جاؤ
اور سرٹیفکٹ حاصل کرو۔ بلکہ پڑھنا اس لئے ہو کہ علم جیسی دولت حاصل ہو جس کی برابر دنیا میں کوئی دولت
نہیں۔ پس اس دولت کو حاصل کرنے کے لئے تو ہمیشہ ہی محنت کرنی چاہیئے تاکہ یہ دولت پوری طرح حصہ
میں آئے۔ صرف امتحان کے زمانہ میں محنت کرنے سے علم نہیں بڑھتا۔ علم اس سے حاصل ہوتا ہے کہ
مطالعہ کرو۔ مطالعہ کرکے سبق پڑھو۔ سبق پڑھ کر یاد کرو، آموختہ یاد رکھو، استاد صاحب جو تقریر فرمائیں
اُسے محفوظ رکھو اور جو کتابیں مطالعہ کے لئے بتائی جائیں غور سے اُن کا مطالعہ کرو۔ اس طرح علم
مضبوط ہوتا ہے اور جب تمہیں علم کا شوق ہوگا تو صرف امتحان کے زمانہ میں نہیں بلکہ ہمیشہ ہمیشہ محنت
کرتے رہوگے، علم حاصل کرنے کی یہی کنجی ہے۔ خدا ہمیں اور تمہیں اچھی توفیق بخشے (آمین)
بہت بہت دعا ۔ محمد عثمان

(داماد۔ پوتے۔ بھتیجے۔ بھانجے کو اسی انداز سے خط لکھے جائیں گے)

دوسرا خط۔ لڑکی کے نام بستی نظام الدین۔ دہلی۔ ۷؍ صفر ۱۳۷۶ھ مطابق ۱۹؍ ستمبر ۱۹۵۶ء

لخت جگر۔ عزیزہ سعیدہ۔ بہت بہت دعا اور سلام مسنون

راحت نامہ ملا۔ خیریت معلوم ہو کر خوشی ہوئی۔ تم نے کوئی تاریخ نہیں لکھی، مہر بھی صاف نہیں
تھی، یہ نہ معلوم ہو سکا کہ وہ خط تم نے کب لکھا تھا، آئندہ اس کی احتیاط رکھو کہ جب خط لکھو تو خط کے
اوپر داہنی طرف جہاں سے خط لکھو وہاں کا پتہ اور تاریخ لکھ دو، اس کا طریقہ [illegible]

تو ہمیشہ پتہ اور تاریخ خط کی پیشانی پر لکھ دیتا ہوں، اس خط میں بھی لکھ دیا ہے، مگر تم نے کچھ خیال نہیں کیا۔ یہ بھی یاد رکھو کہ جو اچھی بات دیکھو اُسے یاد رکھو اور اُس پر عمل کی کوشش کرو۔ اپنی خوشدامن صاحبہ سے سلام کہہ دو۔ اور سب عزیزوں کو سلام و دعا۔ دعاگو۔ عبدالرب

(پوتی۔ نواسی۔ بھانجی۔ بھتیجی کو بھی اسی انداز سے لکھا جائے گا)

تیسرا خط۔ چھوٹی بہن کو۔

عزیزہ ہمشیرہ۔ زادت سعادتہا۔ سلام مسنون اور دعا۔

کئی روز سے خط کا انتظار ہے۔ مہربانی کر کے خیریت سے فوراً مطلع کرو۔ حساب لگاؤ۔ تم نے خط کب بھیجا تھا۔ ایک مہینہ سے زیادہ ہو گیا جب ایک کارڈ آیا تھا۔ بس الحمدللہ اور خیر سلا اس قدر سستی کیوں ہے۔ والدہ صاحبہ کی خدمت میں سلام پیش کرو۔

تمہارا بھائی۔ عثمان

چوتھا خط۔ شاگرد یا مُرید کو۔

عزیز محترم۔ سلمہُ اللہ۔ سلام مسنون

مکتوب عزیز موصول ہوا۔ اس سے بڑی خوشی ہوئی کہ آپ برسرِ روزگار ہیں اور خارج وقت میں علمی خدمت بھی انجام دیتے رہتے ہیں۔ جو نعمت خدا نے آپ کو دی ہے اس کو پھیلائیے اور یہ بات ہمیشہ ذہن میں رکھو کہ "طریقت بجز خدمتِ خلق نیست"۔ والسلام

دعاگو۔ محتاج دعا۔ عبداللہ

پانچواں خط۔ نوکر کو۔

میاں ممتاز۔ سلام مسنون

آج ایک مہینہ ہو گیا۔ تم غیر حاضر ہو۔ بتاؤ کیسے کام چلے۔ نہیں آ سکتے تو جواب لکھ دو۔ قصہ ختم ہو کوئی اور انتظام کر لیا جائے۔ سیکڑوں بیچارے ملازمت کی تلاش میں پھر رہے ہیں۔ بہرحال خوب سوچ لو اور فوراً جواب دو۔

محمود۔ بارہ بنکی

برابر والوں کے القاب و آداب

رشتہ	القاب	دُعا	اظہاریہ	مکتوب الیہ کے لئے	مکتوب الیہ کے خطوط کیلئے	اپنے لئے	اپنے خطوط کے لئے	طلب	خاتمہ
دوست کو	مشفق محترم، کرم فرما بندہ، مخدوم و مکرم، رفیق عزیز	دام لطفکم، زادت عنایتکم، زاد مجدکم	گذارش ہے، عرض ہے	آں محترم، آں مکرم، آں مشفق، جناب، آپ	نوازش نامہ، محبت نامہ	خادم، مخلص، احقر، حقیر، بندہ	عریضہ	عنایت فرمائیے، مرحمت فرمائیے	والسلام، حاضرین مجلس کی خدمت میں سلام مسنون
شوہر کو	میرے سرتاج، محترم و مکرم، جناب محترم	″ ″ ″	″ ″ ″	″ ″ ″	″ ″ ″	کنیز، خادمہ، ″	″ ″ ″	″ ″ ″	والسلام ″ ″
بیوی کو	رفیقۂ حیات، عزیزہ محترمہ		تحریر ہے	آں عزیزہ، آپ	محبت نامہ	میں	خط	″	″

(الفاظ کا ترجمہ) مشفق: شفقت اور مہربانی کرنے والا۔ کرم فرما: مہربانی کرنے والا۔ رفیق: ساتھی۔ عزیز: پیارا۔ رفیقہ: ساتھن۔ حیات: زندگی۔ رفیقۂ حیات: زندگی کی ساتھن۔ دام لطفکم: ہمیشہ رہے تمہاری مہربانی۔ زادت عنایتکم: زیادہ ہو مہربانی تمہاری۔ زاد مجدکم: زیادہ ہو بزرگی تمہاری۔ کنیز: باندی۔

دوست کے نام خط

مشفق محترم۔ دام لطفکم۔

السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ۔ مزاج گرامی

نوازش نامہ سے مشرف ہوا۔ خیریت معلوم ہو کر دل باغ باغ ہوگیا۔ آپ کے حالات اخبارات سے بھی معلوم ہوتے رہتے ہیں۔ میں خوش ہوتا رہتا ہوں اور خدا کا شکر ادا کرتا رہتا ہوں کہ آپ جیسے خادمِ ملت بلکہ مجاہدِ ملت کے دوستوں میں اس ناکارہ کا بھی شمار ہے۔ ہمارے پلہ تو کچھ ہے نہیں البتہ آپ کی محبت اور آپ کی پُرخلوص دوستی اپنا سرمایہ ہے یہ سرمایہ دنیا میں بھی نیک نامی کا باعث ہے۔ کیونکہ آدمی کو حلقہ احباب ہی سے پہچانا جاتا ہے یہ مثل مشہور ہے۔

کند ہم جنس باہم جنس پرواز   کبوتر با کبوتر باز با باز

اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے بھی فرمایا ہے۔

المرءُ علیٰ دین خلیله فلینظر احدکم من یخالل[1]

لہذا آپ کو دیکھ کر اپنے متعلق بھی کچھ اچھا خیال ہو جاتا ہے اور اُمید ہو جاتی ہے کہ اس دوستی کے سہارے انشاء اللہ بیڑا پار ہو جائے گا۔

اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے۔

اَلْاَخِلَّآءُ یَوْمَئِذٍۭ بَعْضُهُمْ لِبَعْضٍ
عَدُوٌّ اِلَّا الْمُتَّقِیْنَ۔ یٰعِبَادِ لَاخَوْفٌ

---

[1] انسان اپنے دوست کے طور طریق پر ہوتا ہے۔ لہذا ہر شخص غور کرے کہ اس کے دل کو کس سے راہ ہے۔ اس کا جگری دوست کون ہے (ترمذی شریف ابوداؤد شریف وغیرہ)

عَلَيْكُمُ وَلَآ اَنْتُمْ تَحْزَنُوْنَ۔ لِلَّذِيْنَ
اٰمَنُوْا بِاٰيٰتِنَا وَكَانُوْا مُسْلِمِيْنَ۔ ؎۱

خدا کرے یہ خیال درست ہو اور یہ اُمید بر آئے۔ آمین

والسّلام ۔ آپ کا مخلص

مظفر

؎۱ ترجمہ یہ ہے۔ جتنے دوست ہیں اُس دن (قیامت کے دن) ایک دوسرے کے دشمن ہونگے مگر پرہیزگار (یعنی اہل تقویٰ اور خدا پرستوں کے سوا دنیا پرستوں کے آپس میں تمام تعلقات منقطع ہو جائیں گے۔ ہر شخص نفسی نفسی میں مبتلا ہوگا۔ کسی مجرم کی امداد تو کیا کرتا مجرموں سے بھاگیں گے کہ کہیں دوستی کے جُرم میں ہم نہ پکڑ لئے جائیں۔ البتہ متقی اور خدا سے ڈرنے والے اس حالت سے مستثنیٰ ہوں گے۔ اُن سے کہا جائے گا اور اُن کو اطمینان دلایا جائے گا کہ) اے میرے بندو نہ ڈر ہے تم پر آج کے دن اور نہ تم غم کھاؤ (یہ وہ بندے ہوں گے) جو ایمان لائے ہماری باتوں پر اور رہے حکم بردار (موضح) واللہ اعلم

تمّ بالخیر